SENATE OF PAKISTAN

SENATE DEBATES

Sunday, March 8, 1992

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall (Parliament House) Islamabad at ten of the clock in the morning, with Madam Deputy Chairman (Dr. Noor Jahan Panezai) in the Chair.

(RECITATION FROM THE HOLY QURAN)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ شَهْرُ رَمَضَانَ
الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ
الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ۗ وَ
مَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ۗ
يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ
وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝

[ترجمہ : لیکن اگر تم سمجھو، تو تمہارے حق میں اچھا یہی ہے کہ روزہ رکھو۔
رمضان وہ مہینہ ہے، جس میں قرآن نازل کیا گیا جو انسانوں کے لئے
سراسر ہدایت ہے اور ایسی واضح تعلیمات پر مشتمل ہے، جو راہ راست
دکھانے والی اور حق و باطل کا فرق کھول کر رکھ دینے والی ہیں۔ لہٰذا اب

SENATE OF PAKISTAN

SENATE DEBATES

Sunday, March 8, 1992

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall (Parliament House) Islamabad at ten of the clock in the morning, with Madam Deputy Chairman (Dr. Noor Jahan Panezai) in the Chair.

(RECITATION FROM THE HOLY QURAN)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ شَهْرُ رَمَضَانَ
الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ
الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ۭ وَ
مَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ۭ
يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ
وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝

[ترجمہ : لیکن اگر تم سمجھو، تو تمہارے حق میں اچھا یہی ہے کہ روزہ رکھو۔
رمضان وہ مہینہ ہے، جس میں قرآن نازل کیا گیا جو انسانوں کے لئے
سراسر ہدایت ہے اور ایسی واضح تعلیمات پر مشتمل ہے، جو راہ راست
دکھانے والی اور حق و باطل کا فرق کھول کر رکھ دینے والی ہیں۔ لہٰذا اب

سے جو شخص اس مہینے کو پائے' اس کو لازم ہے کہ اس پورے مہینے کے روزے رکھے۔ اور جو کوئی مریض ہو یا سفر پر ہو' تو وہ دوسرے دنوں میں روزوں کی تعداد پوری کرے۔ اللہ تمہارے ساتھ نرمی کرنا چاہتا ہے' سختی کرنا نہیں چاہتا۔ اس لئے یہ طریقہ تمہیں بتایا جا رہا ہے تاکہ تم روزوں کی تعداد پوری کر سکو اور جس ہدایت سے اللہ نے تمہیں سرفراز کیا ہے' اس پر اللہ کی کبریائی کا اظہار و اعتراف کرو اور شکر گزار بنو۔]

ڈاکٹر محمد ریحان : پوائنٹ آف آرڈر محترمہ چیئرمین صاحبہ ! آج 8 مارچ ہے تمام دنیا میں خواتین کا دن منایا جا رہا ہے اور اس ضمن میں چونکہ میرا تعلق بھی خواتین ڈویژن کی قائمہ کمیٹی سے ہے اور ایک ممبر کی حیثیت سے میں اس میں ہوں تو میں سمجھتا ہوں کہ تاریخ نے میرے جیسے کم علم والے اور کمزور انسان پر بھی ایک تاریخی ذمہ داری ڈالی ہے تو جناب آپ مجھے صرف ایک دو منٹ کے لئے اجازت دیں گی۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : بالکل جی اس کی اجازت میں ضرور دوں گی۔ خواتین کا معاملہ ہے۔

ڈاکٹر محمد ریحان : جناب والا ! بدقسمتی سے ہمارے وطن میں خواتین سے وہ سلوک نہیں کیا جاتا جس کی توقع مہذب دنیا میں کی جاتی ہے۔ خواتین کو humiliate کیا جاتا ہے۔ انہیں degrade کیا جاتا ہے۔ آج بھی اس ملک میں ایسے laws موجود ہیں discriminatory جن کی بدولت میرے خیال میں مہذب دنیا کے سامنے ان کے متعلق ہمارے سر شرم سے جھک جاتے ہیں ۔ جناب ! میں کہوں گا یہ سب کچھ سامراجی باقیات اور ماضی کی حکومتوں کی مصلحت پسندانہ پالیسیوں کی وجہ سے ہے۔ جناب ! کہتے ہیں there is always light at the end of the tunned میں مایوس نہیں ہوتا ہوں اور ہمیں مایوس بھی نہیں ہونا چاہیئے۔ اللہ کا شکر ہے آج ملک میں جمہوری عمل شروع ہو چکا ہے اور اس جمہوری عمل کی بنیاد پر میں امید کرتا ہوں کہ ان زیادتیوں اور ناانصافیوں کا ازالہ کیا جائے گا۔ جناب والا ! میں حکومت سے مخلصانہ اپیل کرتا ہوں کہ وہ اس جانب خصوصی توجہ دے اور priorities کی بنیاد پر ان غیر مہذبانہ باتوں کو

ختم کر کے ایسے اقدامات کرے کہ ہم مہذب دنیا کے شانہ بشانہ 21ویں صدی میں داخل ہوں کیونکہ اگر اس میں دیر کی گئی تو خدانخواستہ پھر ایسا نہ کرنا پڑے treatment delayed was treatment denied. Thank you very much.

میڈم ڈپٹی چیئرمین : شکریہ جناب ڈاکٹر صاحب۔

چوہدری امیر حسین : محترمہ ! آج کے دن کی نسبت سے میں گزارش کروں گا کہ معزز سینٹر نے جو فرمایا ہے کہ اس ملک میں بعض ایسے قوانین ہیں جن سے discriminatory سلوک عورتوں سے کیا جاتا ہے۔ یہ بات میرے خیال کے مطابق درست نہیں ہے۔ میں آئین کا حوالہ دوں گا اس وقت جو اسلامی جمہوریہ پاکستان میں مروج ہے اس کا آرٹیکل 34 کہتا ہے :

"Steps shall be taken to ensure full participation of women in all spheres of national life".

یعنی جس ملک میں آئین کی protection دی گئی ہو اس سے بہتر تو اور کسی ملک میں قانون بنایا ہی نہیں جا سکتا۔ آگے محترمہ میں آرٹیکل 35 پڑھوں گا۔ یہ آرٹیکل کہتا ہے :

"The State shall protect the marriage, the family, the mother and the child".

یعنی عورتوں کی full participation اور عورتوں کے بچوں کی بلکہ ان کی شادی بیاہ کی بھی protection کی حد تک آئین میں لکھا گیا ہے۔ یہ کوئی ORDER OR LAW نہیں۔ اس لئے میں گزارش کرتا ہوں کہ یہ بات بالکل درست نہیں اس ملک میں جب ہم نے قوانین بنائے ہیں اور ویسے بھی اسلامی جمہوری اتحاد کی حکومت کی طرف سے اسلام کی راہ پر مثبت پیش رفت ہو رہی ہے اور شریعت بل پاس کیا گیا ہے اور اسلام میں جو عورت کو حقوق دیئے گئے ہیں وہ اور کسی ازم میں دیئے ہی نہیں جا سکتے۔ میں اس لئے گزارش کرتا ہوں کہ اس دنیا میں بھی اور آخرت کے لئے بھی بشارت دی گئی کہ جنت عورت کے قدموں میں ہے۔ اس لئے اس ملک میں کوئی ایسا قانون نہیں چل سکتا اور نہ بنایا جائے گا خاص طور پر ہماری حکومت کے دور اقتدار میں اور آئین میں بھی اس کی protection

دی گئی ہے۔ بہرحال ہمیں اس بات کا احساس ہے کہ ہمارے ملک میں 50 فیصد سے زیادہ خواتین کی آبادی ہے اور وہ بھی اس معاشرے کا ایک اہم حصہ ہیں اور ایک قابل احترام حصہ ہیں تو ان کے حقوق کا ہر قیمت پر تحفظ کیا جائے گا اور ان کو ان کا جو مقام ہے وہ دیا جائے گا۔ آپ کا شکریہ۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : شکریہ جناب یحییٰ بختیار صاحب !

Mr. Yahya Bakhtiar : Madam Chairman, I am sorry that I do not agree with the honourable Minister for Parliamentary Affairs. There are many things in the Constitution which are not being implemented and he will carefully study the Hadood Ordinances. Do they give equal right to women in the matter of evidence? For instance, in the matter of giving evidence when a woman is raped she cannot give evidence because she goes to jail unless there are witnesses to prove that and where do you prove that, where do you find the witnesses. Please see there are several provisions, several laws and even your Qisas and Diat Ordinance. I hope I will get a chance to speak on that, that is again in violation of the fundamental rights. Your Speedy Courts are in violation of the fundamental rights. You pick and choose a case of 'A' and 'B' and send it to the Speedy Court.

Ch. Amir Hussain : That is not regarding women only, that will be discussed at appropriate time.

Madam Deputy Chairman : No cross talk, please.

Mr. Yahya Bakhtiar : I was telling him that as for the Constitution is concerned that is being violated by your laws, I was giving an instance of that, and as for womens are concerned, study the Hadood Ordinance, let us have a debate on them in the House and see how many rights have you given. You are not giving Islamic rights, we are all for Islamic rights but you have denied those in the name of Islam. That is all I want to say.

Madam Deputy Chairman : Thank you.

سید فصیح اقبال : پوائنٹ آف آرڈر ، جناب والا ! جو کچھ میرے دوست ڈاکٹر محمد ریحان صاحب نے کہا ہے میں اس کی تائید کرتا ہوں اور منسٹر صاحب کے اس جذبے کی بھی تعریف کرتا ہوں کہ انہوں نے کہا کہ اس حکومت نے عورتوں کے لئے بہت حقوق

رکھے ہیں لیکن ہمارے محترم یحییٰ بختیار صاحب نے کہا اس پر عملدر آمد نہیں ہو رہا اور عورتوں کی سیٹوں کے بارے میں مجھے افسوس ہے کہ یہ اس حوالے سے زیادہ ضروری ہے کہ آج یہ اسی floor پر یہ کہتے کہ عورتوں کی سیٹوں کا سلسلہ .... اور حکومت نے کئی مرتبہ ایوان کے اس floor پر یقین دلایا ہے اور وزیر موصوف کو یاد ہو گا کہ جب یہ خود وزیر قانون تھے پچھلے سال جب یہ بل بھی Private Members کی طرف سے آیا تھا تو انہوں نے کہا تھا کہ آپ لوگ اس بل کو ابھی ڈیفر کریں حکومت خود ایک بل لا رہی ہے اور مجھے افسوس ہے کہ ایک سال ہو گیا ہے۔ جس بل پر کسی کو اختلاف نہیں ہے نہ ہماری اپوزیشن پارٹیوں کو نہ ہماری حکومتی پارٹی کو اس کے باوجود عورتوں کے حقوق کا یہ عالم ہے کہ ان کی اس وقت کہیں بھی نمائندگی نہیں ہے اور نیشنل اسمبلی اور سینٹ میں آپ general election میں آئی ہیں۔ آپ کی کوئی reserve seat یہاں نہیں ہیں لہٰذا میں سمجھتا ہوں کہ اس موقع کی مناسبت سے ان کو اعلان کرنا چاہیئے کہ حکومت کب عورتوں کی نشستوں کے بارے میں بل پاس کر رہی ہے۔

جناب محمد علی خان : پوائنٹ آف آرڈر، محترمہ ! اب جو کچھ ہمارے وزیر برائے پارلیمانی امور نے فرمایا میں یقیناً ان کا ہمنوا ہوں کیونکہ جو حقوق اسلام نے عورتوں کو دیئے ہیں میں سمجھتا ہوں کہ آج تک کسی دین نے بھی وہ حقوق عورتوں کو نہیں دیئے جہاں تک پاکستان کا تعلق ہے جو آئین ہے ہمارا وہی آئین بھی ان کے حقوق سے بھرپور ہے اور انشاءاللہ تعالیٰ یہی حکومت، موجودہ حکومت .... کوشش کرے گی کہ اس ضمن میں ایسے قوانین بنائے تاکہ اس کو مکمل تحفظ دیا جاسکے۔ میں سب کو اس ہاؤس کے اندر یعنی فلور سے میں اپیل کرتا ہوں کہ خدارا ! نہ صرف اس ملک کو اسلامی بنانے کی کوشش کریں بلکہ اپنی سیاست کو بھی، اپنی سیاسی پارٹیوں کو بھی اسلام کے رنگ میں ڈھال دیں اور غیر اسلامی سیاست کو چھوڑ دیں۔ اگر ہم اس کو چھوڑ دیں اور اپنے آپ کو راہ راست پر ڈالیں تو یقیناً کوئی عورت پاکستان میں یہ نہیں کہہ سکے گی کہ اس کے حقوق کی کوئی حق تلفی کی گئی ہے۔ شکریہ !

اخونزادہ بہرہ ور سعید : پوائنٹ آف آرڈر، جناب والا ! آج میرے دوست ایک سینٹر صاحب نے یہ کہتے ہوئے کہ آج خواتین کا دن ہے اس واسطے آج اس مسئلے پر

زیادہ تر توجہ دینی چاہیئے اور پھر انہوں نے یہ بھی کہہ دیا کہ اس ملک میں ایسے قوانین ہیں جو امتیازی سلوک کے حامل ہیں۔ بہتر ہوتا اگر سینٹر صاحب ان قوانین کی نشاندہی کرتے جس طرح سے محمد علی خان صاحب نے فرمایا۔ میرا یہ دعویٰ ہے کہ کسی نام نہاد مہذب ملک میں چاہے وہ امریکہ جیسا نام نہاد مہذب ہو یا برطانیہ ہو اتنے حقوق ایک خاتون کو حاصل نہیں ہیں جتنے اسلام نے خاتون کو یہاں دیئے ہیں میں یہ چیلنج قبول کرنے کے لئے تیار ہوں کہ وہ بتائیں کہ پراپرٹی کے لحاظ سے، ماں کی حیثیت سے، بہن کی حیثیت سے، بیوی کی حیثیت سے عورت کو کتنے حقوق دیئے ہیں۔ رہی بات انتخابات کی تو ہم کیوں بھول رہے ہیں کہ عام انتخابات میں خواتین برابر کا حصہ لے سکتی ہیں ان کو کوئی ممانعت نہیں ہے یہ جو اس کے علاوہ بھی کوٹہ ہوتا ہے یہ ایک extra quota ہے وہ آئین میں ترمیم ہوگی اور اس کے لئے وہ بل تیار کر کے پیش کریں گے لیکن ان کو عام انتخابات میں حصہ لینے کی کوئی ممانعت نہیں ہے۔ لہٰذا ان کو مکمل آزادی ہے جس طرح سے ہمارے وزیر قانون صاحب نے آئین کے وہ دو آرٹیکلز بتائے وہ جنرل قوانین ہیں اس میں انہوں نے بتا دیا ہے کہ ایسی کوئی پابندی نہیں ہے کہ مرد اور عورت میں کوئی تمیز ہو اب قصاص اور دیت کے بارے میں میرے دوست نے ذکر کیا مگر اس قصاص اور دیت کو ذرا غور سے پڑھنا چاہیئے۔ قصاص اور دیت میں کون سی تفریق ہے۔ کوئی ایسی تفریق نہیں ہے۔ اگر کوئی عورت مر جاتی ہے تو قاتل جو بھی ہے اس کو سزا دی جاتی ہے تو دیت کا مسئلہ ہوتا ہے تو دیت میں بھی کوئی خاص فرق نہیں ہے۔ اگر کوئی دیت قبول کرتا ہے دیت پر صلح ہو جاتی ہے تو چاہے دیت کم ہو یا زیادہ ہو۔ جو شریعت نے مقرر کی ہے واقعی وہ آج کل زیادہ ہے لیکن اگر کوئی سمجھتا ہو تو اسے آگے چل کر اور بھی ہے۔ اگر تم اپنے بھائی کو معاف کرو تو بہتر ہے۔ جناب والا! یہ کہنا کہ پاکستان میں خاص کر ایسے قوانین ہیں جو امتیازی سلوک کے حامل ہیں۔ اس کی میں تردید کرتا ہوں یہ بالکل غلط ہے۔ یہ ایک جھوٹا پروپیگنڈہ ہے۔ یہ ان لوگوں کا ہے جو پاکستان کو بدنام کر کے مظلوم بننے کی کوشش کرتے ہیں۔ عورتوں کو سارے ممالک سے یہاں پاکستان میں زیادہ حقوق حاصل ہیں، بہتر حقوق حاصل ہیں اور ان کی ہر جگہ عزت و احترام کیا جاتا ہے۔ یہ سارا جو ہے غلط پروپیگنڈہ ہے میں اس کی مخالفت کرتا ہوں بلکہ یہ کہوں گا ان کو مردوں سے بھی زیادہ حقوق حاصل ہیں ایک تو

محترمہ برابر حقوق کے تحت آپ الیکشن میں جا کر حصہ لیتی ہیں پھر دوسرا کہتے ہیں کہ ہمیں ان کا کوٹہ بھی دے دوہ کوٹہ بھی لے جاتے ہیں تو اس سے زیادہ اور کیا چاہیئے۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : قاضی حسین احمد صاحب آن پوائنٹ آف آرڈر۔

قاضی حسین احمد : میڈم چیئرمین صاحبہ ! میرے محترم یحییٰ بختیار صاحب نے جو نکتہ اٹھایا ہے اس کے بارے میں عرض کرنا چاہتا ہوں۔ اصل میں ہمارا مسئلہ یہ ہے ہم عورت اور مرد کو ایک جیسا بنانے پر تلے ہوئے ہیں حالانکہ وہ ایک جیسے نہیں ہیں۔ ان کے حقوق برابر ہیں۔

و لھن مثل الذی علیھن بالمعروف

ان کے حقوق ہیں برابر کے حقوق ہیں لیکن ان دونوں کی نفسیات میں ان کی سائیکالوجی میں ان کی physique میں ان کی استعداد اور ان کی ذہنی اور جسمانی جو صلاحیتیں اور جذباتی کیفیت ہے اس میں فرق ہے اور جو انسان کا خالق ہے وہی اس کو جانتا ہے۔ جہاں تک ان کی برابری کا تعلق ہے سب سے پہلے قرآن کریم ہی نے اس کو واضح کر دیا کہ یہ ایک ہی نفس واحدہ سے پیدا ہوئے ہیں جو humanity ہے نفس واحدہ سے یعنی عورت بھی اسی نفس واحدہ سے پیدا ہوئی ہے جس سے مرد پیدا ہوا ہے۔ یہ برابر ہیں اور ان کے حقوق برابر ہیں لیکن وہ similar نہیں ہیں' میرا مطلب ہے کہ وہ equal ہیں لیکن وہ similar نہیں ہیں مغرب نے یہ راستہ اختیار کر لیا۔ وہ چونکہ اس کو equal بنانے پر تلے ہوئے ہیں۔ مغربی تہذیب عورت کو مرد اور مرد کو عورت بنانے پر تلی ہوئی ہے اس کے نتیجے میں ایک تیسری نسل پیدا ہو گئی ہے۔ ہم اس کی تیسری نسل نہیں بنانا چاہتے۔ ہم عورت کو عورت رہ کر اور عورت کا مقام دے کر اس کا احترام کرتے ہیں۔ وہ ہماری ماں ہے' وہ ہماری بہن ہے' وہ ہماری بیٹی ہے' بیوی کے لحاظ سے قابل احترام ہے' اس کے حقوق ہیں' ماں کے لحاظ سے قابل احترام ہے' بیٹی کے لحاظ سے قابل احترام ہے' بہن کے لحاظ سے میں سمجھتا ہوں اس کا اسلامی معاشرے میں امتیازی مقام ہے۔ عورت کا پر یو یلیجڈ مقام ہے جو کہ مغرب میں نہیں ہے اس لئے اس فرق کو سمجھنا چاہیئے جو قوانین بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے شریعت میں دیئے گئے ہیں ہمارے بنائے ہوئے قوانین نہیں ہیں۔ خالق کے دیئے ہوئے قوانین ہیں۔ خالق اپنی مخلوق کو جانتے ہوئے' اس کی

صلاحیتوں کو، اس کی استعداد کو، اس کی حیثیت کو، جانتے ہوئے خالق نے جو قوانین دیئے ہیں میرا خیال ہے میرے عزیز دوست یحییٰ بختیار پر یہ ثابت ہو جائے کہ یہ خالق کے دیئے ہوئے قوانین ہیں، اللہ کے دیئے ہوئے قوانین ہیں اس کے بعد ان کو اس پر اعتراض نہیں ہونا چاہیئے۔

جناب یحییٰ بختیار صاحب آن پوائنٹ آف آرڈر۔

Mr. Yahya Bakhtiar : Madam, Qazi Hussain Ahmed has pointedly said that I am differing with him. I am not differing with him. I say men or women are different even in the Europe say "long live the difference" but the equality I am talking about and I am very glad that they are equal and they have equal rights. I will not for a moment dispute the rights given by Allah to women and I will not dispute them but please reinterprete them according to modern conditions as Allama Iqbal and other learned people say and I will accept that. Thank you very much.

قاضی حسین احمد : علامہ اقبال نے خواتین کے مقام کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے اور جو ان کی الگ حیثیت کے بارے میں لکھا ہے میری ان سے استدعا ہے کہ وہ اس کا مطالعہ کر لیں۔ ان پر کلیئر ہو جائے گا۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : جناب راجہ ظفرالحق صاحب آن پوائنٹ آف آرڈر۔

راجہ محمد ظفرالحق : جناب چیئرمین صاحبہ ! سینٹر ڈاکٹر ریحان صاحب نے بڑا برمحل برموقع یہ سوال اٹھایا ہے کہ عالمی سطح پر آج خواتین کا دن منایا جا رہا ہے۔ بلاشبہ پاکستان کے آئین میں جیسا کہ وزیر پارلیمانی امور نے آئین کی ان شقوں کا حوالہ دیا ہے جو پرنسپل آف سٹیٹ پالیسی ہے پرنسپل آف سٹیٹ پالیسی ایک رخ تو دیتے ہیں لیکن پرنسپل آف سٹیٹ پالیسی کو عدالت میں نہیں لے جایا جا سکتا۔ اس لئے وہ اصول اپنی جگہ مقدس ہیں لیکن اس کے بعد اس کے مطابق قوانین وضع کرنا وہ بھی ریاست کی ذمہ داری ہے، بعض معاملات میں قوانین وضع ہوئے ہیں بعض معاملات میں نہیں ہوئے لیکن حقیقت یہ ہے کہ آج بھی اسلام نے جو خواتین کو حقوق دیئے تھے یا آئین نے دیئے ہیں یا مختلف قوانین نے دیئے ہیں اس پر پاکستان میں پورے طریقے سے عملدرآمد نہیں ہو رہا۔ بلاشبہ خواتین کے بارے میں لکھا گیا ہے کہ کوئی discrimination نہیں ہوگی لیکن discrimination ہوتی ہے بلاشبہ یہ اسلام نے ان کو حق دیا تھا کہ وارثت میں اللہ اور اس کے رسولؐ نے ان

کو جو حقوق دیئے ہیں اس میں ان کو وارثت دی جائے لیکن جو سوشل ٹیبوز ہیں جو اس میں معاشرتی رکاوٹیں ہیں اس کے لحاظ سے آپ دیہاتوں کے اندر دیکھیں بڑے بڑے زمیندار گھرانوں کے اندر اور اس میں بڑے بڑے سیاستدانوں کے بھی نام آتے ہیں جو موجود ہیں اور جو موجود نہیں ہیں۔ جو خدا اور اس کے رسولؐ کا دیا ہوا حق تھا وہ ان کو نہیں دیا وراثت میں نہیں دیا۔ آج بھی دیہاتی زندگی میں ان کو نہیں دیا جاتا۔ اسی طریقے سے شادی بیاہ کے قوانین بڑے واضح ہیں لیکن اس میں آپ نے اکثر اوقات دیکھا ہوگا ان کی مرضی بھی پوچھی نہیں جاتی جو خلاف شریعت بھی ہے خلاف قانون بھی ہے پھر ایک بڑے طویل عرصے سے قانون dowery کے بارے میں ہے اگر کسی نے شادی کے دوران کسی خاتون کو کوئی تحفہ دیا ہو والدین کی طرف سے اسے جہیز میں کوئی چیز ملی ہو اگر چھ مہینے کے اندر اسے نہیں دی جاتی جب وہ چاہئے کہ اسے دی جائے تو پھر اس شخص کو قید کیا جاسکتا ہے لیکن آج یہ سلسلہ ہے کہ خواتین عدالتوں میں ماری ماری پھرتی ہیں لیکن ان کے شوہر یا سابق شوہر ان کے جہیز کو بھی واپس نہیں دیتے۔ اگر آپ آبادی کی شرح کے مطابق دیکھیں تو 52 فیصد ہیں یا اس سے بھی شاید زائد ہونگی لیکن اگر تعلیم کا تناسب دیکھیں تو سب سے کم خواتین کا تناسب خواندگی ہے اور اس میں شہری بھی شامل ہیں اور اس میں دیہاتی بھی شامل ہیں ' کھیتوں میں کام کرنے والی خواتین ' شہروں میں گھروں میں کام کرنے والی خواتین ' وہ خواتین بھی مقدس ہیں جو بیرونی ممالک بنگلہ دیش وغیرہ سے لائی جاتی ہیں کراچی اور لاہور اور باقی جگہوں پر (خانہ داری کے معاملات میں آئے دن اخبارات میں آتا ہے کہ ان کے ساتھ کیا سلوک ہو رہا ہے ' ان کی عزت کے ساتھ کیا سلوک ہو رہا ہے ' ان کے مستقبل کے ساتھ کیا سلوک ہو رہا ہے۔ آپ تھرپارکر کی خواتین کو دیکھیں کہ وہ ایک گھڑا پانی لانے کے لئے میلوں جاتی ہیں۔ یہ کیفیت صرف تھرپارکر میں نہیں ہے بلکہ تمام دیہاتی علاقوں میں ہے۔ یہ جو لیبر ہے اینٹیں بنانے والے بھٹے ہیں ان پر آپ خواتین کی حالت دیکھیں تو کوئی شخص نہیں کہہ سکے گا کہ پاکستان میں جو قوانین ہیں ان پر عمل ہو رہا ہے۔ اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ ویمن ڈویژن کا ' حکومت کا ' اپوزیشن کا ' سب کا یہ فرض ہے جب وہ باتیں اس قسم کی کرتے ہیں دعویٰ کرتے ہیں تو ان پر عملدر آمد کرنے کے لئے بھی کوئی مسودہ لائیں۔ اس معاملے کو آگے بڑھانا چاہیئے۔ یہ تہذیب کے خلاف ہے ' ہمارے دین کے خلاف ہے '

قانون کے خلاف ہے' آئین کے خلاف ہے' آج ہی آپ نے دیکھا ہو گا کہ بعض اخبارات میں اپیل چھپی ہے۔ عبداللہ دادا بھائی کے اغواء کے بعد ان کی اہلیہ کی' وہ بھی ایک خاتون ہیں۔ آپ اندازہ فرمائیں کہ سندھ کی صورت حال کے بارے میں بعض لوگوں کا خیال تھا کہ جام صادق مرحوم کی وفات کے بعد وہاں فساد کھڑا ہو گا۔ وہاں پھر ایک بے یقینی کی کیفیت پیدا ہو گی لیکن انتہائی سنجیدگی سے لوگوں نے اس مسئلے کو حل کر لیا لیکن بعض لوگ جو بیرون ملک ہیں ان کو یہ بات پسند نہیں آئی اور پھر دو دن پہلے سنگاپور کے موجودہ وزیر اعظم اور جو سینئر منسٹر ہیں۔ انہوں نے ٹیلی ویژن کو انٹرویو دیتے ہوئے کہ پاکستان اس بات کی خواہش رکھتا ہے کہ یہاں انوسٹمنٹ ہو' فارن انوسٹمنٹ ہو' یہاں ملک کے اندر کے لوگ بھی انڈسٹری میں پیسہ لگائیں اور باہر کے لوگ بھی انڈسٹری میں پیسہ لگائیں' لیکن انہوں نے کہا کہ اس کے لئے سب سے پہلی چیز لا اینڈ آرڈر کی صورت حال ہے اگر وہ صحیح نہیں ہو گی پراپرٹی سیف نہیں ہو گی تو پھر کوئی آدمی بھی پاکستان کے اندر انوسٹمنٹ یا کسی دوسرے ملک میں نہیں کرتا اور انہوں نے یہ کہا کہ ہر دو مہینے بعد' تین مہینے بعد انٹرنیشنلی ایک رسالہ چھپتا ہے جس میں اعداد و شمار دیئے جاتے ہیں کہ کس ملک میں سیکورٹی پوزیشن بہتر ہے اور کس ملک میں نہیں ہے۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان کے بارے میں اور خصوصاً کراچی کے بارے میں اکثر اوقات یہ کہا جاتا ہے کہ وہاں کی سیکورٹی پوزیشن ٹھیک نہیں ہے اور جب ایک پوزیشن بنتی ہے .... یہاں آپ انوسٹمنٹ کے لئے ایک سیمینار کرتے ہیں' بیرونی ممالک کے لوگوں کو بلایا جاتا ہے اور سرمایہ آنے لگتا ہے' کوئی ایسی کیفیت ہوتی ہے تو کبھی یہاں کام کرنے والے چینیوں کو اغوا کر لیا جاتا ہے' کبھی جاپانیوں کو اغوا کر لیا جاتا ہے اور کبھی ملک کے اندر کے لوگوں کو اغوا کر لیا جاتا ہے تو ان وجوہات سے سندھ کے اندر اقتصادی پوزیشن بہت خراب ہوئی ہے اور اس صورت حال نے پورے پاکستان کو متاثر کیا ہے۔ اس لحاظ سے بھی میں سمجھتا ہوں کہ اس کو ایک روٹین معاملہ سمجھ لینا مناسب نہیں ہے۔ اگر وفاقی حکومت جس کے پاس سیکورٹی کی تمام ایجنسیاں ہیں اور اگر صوبائی حکومت' جس کے سربراہ ابھی بالاتفاق' اگر یہ معاملات کو سر جوڑ کر درست نہیں کریں گے تو پھر خواتین کیا' مرد کیا' جوان کیا' بوڑھے کیا' اگر اپنے آپ کو غیر محفوظ تصور کریں گے تو اقتصادی طور پر ہی نہیں' بلکہ سیاسی طور پر بھی' اس ملک کو ایک بڑی آزمائش میں ڈالا جا سکتا ہے۔ اس لئے یہ ایک

بہت گمبھیر مسئلہ ہے جس کی طرف فوری توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ میں ڈاکٹر ریحان صاحب کا مشکور ہوں کہ انہوں نے اس مسئلہ کو اٹھایا ہے اور پاکستان کو بھی اس معاملے پر سنجیدگی سے غور کر کے خواتین کے حقوق کے لئے بہتر مواقع پیدا کرنے چاہئیں۔

حافظ حسین احمد : پوائنٹ آف آرڈر۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : حافظ صاحب !

حافظ حسین احمد : محترمہ ! شکریہ۔ ڈاکٹر ریحان صاحب نے جس مسئلہ پر ایوان کی توجہ دلائی ہے، میں سمجھتا ہوں کہ اگر آپ تاریخ عالم کو اٹھا کر دیکھیں تو سب سے پہلے اسلام ہی وہ واحد مذہب ہے، جس نے عورت کے حقوق کو قانونی تحفظ فراہم کیا۔ معاشرہ عرب میں طلاق کا جو رواج تھا، کہ عورت کو مرد جتنی چاہے طلاق دے سکتا تھا اور اس کے بعد اسے رجوع کا حق حاصل تھا۔ لیکن اسلام نے اسے صرف تین طلاق پر محیط رکھا ہے اور اگر کسی بھی لمحہ ایک طلاق دے اور اس کے بعد پھر رجوع کرے اور دوبارہ پھر عورت کو طلاق دے تو پہلی طلاق بھی کاؤنٹ ہوتی ہے اور جب تین طلاق ہوں گی تو طلاق واقع ہو جائے گی، اور پھر رجوع کا راستہ بند ہو جائے گا۔

محترمہ ! میں سمجھتا ہوں کہ ایک ہیں عورت کے حقوق، جسے اسلام نے تحفظ فراہم کیا ہے، جسے اسلام نے وراثت کا حق دیا ہے اور بدقسمتی یہ ہے کہ وہی افراد جو بظاہر عورتوں کے حقوق کا ڈھنڈورا پیٹتے ہیں، وہی سب سے زیادہ عورتوں کے حقوق کی پامالی کے ذمہ دار ٹھہرتے ہیں۔ جہاں بھی کوئی وڈیرا ہو گا، جہاں کوئی سردار ہو گا، جہاں کوئی نواب ہو گا، نہ صرف اس کے حرم میں باضابطہ طور پر تین چار بیویاں ہوں گی بلکہ اس کے علاوہ لونڈے اور باندیاں بھی ہوں گی۔ مزید یہ کہ وہ اپنی تفریح طبع کے لئے بھی عورت کے تقدس کو پامال کرنے سے نہیں ہچکچاتا۔ ذوالفقار علی بھٹو مرحوم کی بھی تین بیویاں تھیں اور اسی طرح ہمارے جو دوسرے سیاست دان اور لیڈر ہیں، ان کی کئی بیویاں ہیں۔ لیکن عورت ایک مرحلے پر بیٹی ہے، ایک مرحلے پر بہن ہے، ایک مرحلے پر بیوی ہے، ایک مرحلے پر ماں ہے، ایک مرحلے پر ساس ہے۔ عورت، عورت کا جتنا استحصال کرتی ہے، اتنا شاید مرد نہیں کرتا ہے۔ جب عورت بہو بنتی ہے تو اس کا سب سے زیادہ استحصال اس کی ساس کرتی ہے، اور جب وہی بہو ساس بنتی ہے تو وہ سب سے زیادہ ظلم اپنی بہو پر کرتی ہے

اور اسلام نے ان کے حقوق کا بھی تعین کیا ہے اور میں چیلنج کرتا ہوں کہ محترمہ ! صرف اسلام ہے جس نے بحیثیت بہن ' بحیثیت بیٹی ' بحیثیت ماں ' بحیثیت بہو ' بحیثیت ساس ' بحیثیت نانی ' درجہ وار حقوق کا تحفظ کیا ہے۔

محترمہ ! جہاں آپ عورت کی آزادی کی بات کرتے ہیں اور اس کی مثال اگر آپ امریکہ ' برطانیہ ' دیگر یورپی ممالک کی دیتی ہیں تو آپ آج فگرز اٹھا کر دیکھیں کہ کیا طلاق کی شرح پاکستان یا اسلامی ممالک میں زیادہ ہے یا امریکہ اور یورپ کے ممالک میں زیادہ ہے۔ کیا عورت کا تقدس ' عورت کی عصمت و عفت کو یہاں پر زیادہ پامال کیا جاتا ہے یا امریکہ یا یورپ کے ممالک میں ' جہاں کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہاں عورت کو آزادی ہے۔ میں یہ عرض کرتا ہوں کہ آزادی کا غلط مفہوم نہ لیا جائے۔ اسلام نے جو تقدس ' عصمت اور عفت کے لئے راہنما اصول دیئے ہیں وہ کسی ملک و مذہب میں نہیں ہیں۔

ہمارے ایک محترم نے فرمایا ہے کہ جناب حدود کا مسئلہ ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اگر حدود کی طے میں نفسیاتی طور پر بھی جایا جائے تو اس میں basically اسلام عورت کی عصمت اور عورت کے تحفظ کو ہی مدنظر رکھتا ہے اور اگر کوئی اس پر غلط الزام ڈالتا ہے تو وہ اس سے آگے بھی دیکھے صرف ایک جملے پر نہ جائے۔ وہاں پر حد قذف بھی ہے جس کے تحت اسی کوڑے لگائے جاتے ہیں۔ عصمت دری کو تو چھوڑیئے اگر کوئی عورت پر غلط الزام بھی لگاتا ہے تو اسلام نے اس پر بھی سزا دی ہے۔ لیکن مجھے آپ بتایئے ' آپ برٹش قوانین کا مطالعہ کیجئے ' امریکہ میں جو قانون رائج ہے ' یورپ میں جو قانون رائج ہے ' کسی بھی قانون میں ' کسی بھی مذہب میں عورت کو گالی دینے پر اور تہمت لگانے پر اتنی کڑی سزا نہیں دی ہے جتنی کہ اسلام میں ہے۔ میں آج بھی اس بات کو چیلنج کرتا ہوں۔ امریکہ میں ' برطانیہ میں ' جرمن میں ' فرانس میں ' دنیا کے کسی گوشے میں بھی یہ نہیں ہے کہ اگر عورت کی عصمت پر اس کا شوہر بھی شک کرے اور وہ اس بارے میں عدالت میں جا کر کہہ دے کہ اس نے میری عصمت پر شک کیا ہے تو قرآن کہتا ہے کہ اس پر حد قذف لگایا جا سکتا ہے میں آج بھی یہ چیلنج کرتا ہوں کہ اس کی مثال دنیا کے کسی قانون میں بھی نہیں ہے۔

محترمہ ! میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور سمجھتا ہوں کہ اس مسئلہ کو اسی انداز میں نہ لیا جائے۔ اسلام تو آج بھی کل بھی اور مستقبل میں بھی تمام ادیان سے، تمام مذاہب سے، تمام دساتیر اور قوانین سے زیادہ عورت کے لئے اسلامی قانون جو ہے یہ تحفظ فراہم کرتا ہے۔ شکریہ۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : شکریہ۔ صدارتی تقریر پر بحث کے دوران تو چند لوگوں نے ہی عورت کے حقوق پر اظہار خیال کیا ہے لیکن اس موشن پر عورتوں کے حقوق کے متعلق معزز ممبران نے جن خیالات کا اظہار کیا ہے، میں تہہ دل سے ان سب کا شکریہ ادا کرتی ہوں۔ شکریہ۔

LEAVE OF ABSENCE

میڈم ڈپٹی چیئرمین : رخصت کی درخواستیں ہیں۔
جناب عبدالغفار صاحب نے ذاتی وجوہات کی بنا پر مورخہ 8 تا 14 مارچ تک ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا آپ منظور فرماتے ہیں۔

(رخصت منظور کی گئی)

میڈم ڈپٹی چیئرمین : ڈاکٹر بشارت الٰہی صاحب نے ذاتی وجوہات کی بنا پر مورخہ 8 مارچ سے 14 مارچ تک اس ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔

(رخصت منظور کی گئی)

میڈم ڈپٹی چیئرمین : جناب اسلام نبی صاحب، وزیر پیداوار نے اطلاع دی ہے کہ کسی آفیشل کام کی وجہ سے ہاؤس میں حاضر نہیں ہو سکتے۔ اسی طرح جناب عبدالستار لالیکا صاحب نے اطلاع دی ہے کہ وہ کسی اہم کام کی وجہ سے آج ہاؤس میں حاضر نہیں ہو سکتے۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : اگلی آئیٹم ہے ایڈجرنمنٹ موشن نمبر 33، موور نہیں ہیں۔ Droped۔ تحریک التوا نمبر 35، جناب طارق چوہدری صاحب، اخونزادہ بہرہ ور سعید صاحب کی ہے اور اسی طرح ایک تحریک التواء 72 ہے، سید فصیح اقبال صاحب کی اور

126 حافظ حسین احمد صاحب نے پیش کی ہے۔ طارق چوہدری صاحب تو نہیں ہیں اس لئے جناب اخونزادہ صاحب !

ADJOURNMENT MOTION *RE* : THE ALLEGED ILLEGAL DISPOSAL OF A DEAD BODY BY THE DOCTORS OF SH. ZAID HOSPITAL

اخونزادہ بہرہ ور سعید : جناب چیئرمین! میں تحریک پیش کرتا ہوں کہ عوامی اہمیت کے حامل اس قومی مسئلے کو فوری طور پر زیر بحث لایا جائے کہ روزنامہ نوائے وقت کی اشاعت 28 نومبر کے مطابق شیخ زید ہسپتال میں ڈاکٹروں نے مبینہ طور پر اپنی غفلت و لاپرواہی سے ہلاک ہو جانے والے مریض کی لاش کو تقریباً تین ماہ تک ہسپتال کے مردہ خانے میں چھپائے رکھا۔ اور پھر فریزر میں خرابی کے باعث یہ راز طشت از بام ہو گیا اور رات کی تاریکی میں لاش کو ٹھکانے لگانے کی کوشش کی گئی یہ انتہائی اہمیت اور فوری توجہ کا حامل مسئلہ ہے اس واسطے میری درخواست ہے کہ اس کو زیر بحث لایا جائے۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : جناب فصیح اقبال صاحب !

سید فصیح اقبال : جناب چیئرمین ! میں تحریک پیش کرتا ہوں کہ عوامی اہمیت کے قومی مسئلے کو فوری طور پر زیر بحث لایا جائے۔ اخباری اطلاع کے مطابق شیخ زید ہسپتال میں ڈاکٹروں کی غفلت اور لاپرواہی سے مریض ہلاک ہوئے ہیں۔ اور مریض کی لاش کو تقریباً تین ماہ ہسپتال کے مردہ خانے میں چھپائے رکھا گیا۔ یہ ایک اہم معاملہ ہے اس پر بحث کی جائے۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : جناب حافظ حسین احمد صاحب !

حافظ حسین احمد : تحریک التواء۔ روزنامہ نوائے وقت کی اشاعت مورخہ 28 ر نومبر کے مطابق شیخ زید ہسپتال میں مسیحاؤں کی غفلت اور لاپرواہی سے ہلاک ہونے والے مریض کی لاش کو تین ماہ تک ہسپتال کے مردہ خانے میں چھپائے رکھا گیا اور فریزر کی خرابی کے باعث یہ مجرمانہ اقدام ظاہر ہوا۔ اس مسئلے پر جاری کارروائی روک کر بحث کی اجازت دی جائے۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : جناب وزیر صحت سید تسنیم نواز گردیزی صاحب !

سید تسنیم نواز گردیزی : میں اس کو oppose کرتا ہوں۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : جناب اخونزادہ بہرہ ور سعید صاحب !

اخونزادہ بہرہ ور سعید : جناب چیئرمین ! مجھے بڑا افسوس ہوا کہ وزیر صاحب اس مسئلے کی بھی مخالفت کرتے ہیں۔ ٹھیک ہے وزیر صاحب ہے، مرضی ہے ان کی، کرتے ہیں تو کرنے دیجئے۔ لیکن میں اس میں گزارش یہ کروں گا کہ جب ہم کوئی اخبار اٹھاتے ہیں کوئی result نکلنے کے بعد تو لکھتے ہیں نوجوان کہ میں دکھی انسانیت کی دوا کے لئے ڈاکٹر بنوں گا۔ اور جب ہم ہسپتال میں جاتے ہیں اور جس ہسپتال میں جاتے ہیں وہاں جب ہم مریضوں کی حالت دیکھتے ہیں اور ان کے ساتھ ڈاکٹروں کا سلوک دیکھتے ہیں تو ہمیں یقین نہیں آتا کہ یہ وہ نوجوان ہیں جن کی کبھی یہ تمنا اور خواہش تھی کہ وہ ڈاکٹر بنیں گے اور دکھی دلوں کو خوش کریں گے۔ اور پھر جناب ! آج کل ہسپتال میں، پرائیویٹ ہو یا گورنمنٹ ہسپتال ہو، اس میں جس طریقے سے مریضوں کی جیبیں ہلکی کی جاتی ہیں اس کی طرف تو کوئی توجہ ہی نہیں ہے۔ اس مسئلے پہ ایک آدمی فوت ہو گیا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ سرجن کی یا کسی اور کی غفلت سے آدمی فوت ہو گیا۔ اگر غفلت سے نہ مرا ہوتا تو پھر ہو سکتا ہے کہ وہ لاوارث ہو۔ اگر اس کا کوئی وارث ہوتا تو وہ اس وقت چیخ و پکار کر کے لاش لے جاتا۔ تو یہ ان کی لاپرواہی اور غفلت سے اور عظیم کوتاہی کی وجہ سے مریض مر چکا اور پھر اس پر طرہ یہ کہ اس کو سرد خانے میں دبا دیا۔ اور سرد خانے میں دبانے کے بعد جب فریزر سے بو نکل آئی تب راز فاش ہو گیا تو انہوں نے کوشش کی کہ لاش دریا میں پھینک دیں لیکن کامیاب نہ ہوئے۔ اب اس میں ایسی کون سی چیز ہے جس کی ہماری گورنمنٹ اس کی بھی مخالفت کرتی ہے۔ ہم چلاتے ہیں کہ خدا کے واسطے مخالفت برائے مخالفت سب کو چھوڑنا چاہیئے لیکن ہماری اپنی حکومت اور نوجوان وزیر صاحب یہ کہتے ہیں نہیں اس کی میں مخالفت کرتا ہوں جبکہ چاہیئے یہ تھا کہ آگے بڑھتے اور کہتے کہ بحث کرو۔ ایسا کیا ہے ڈاکٹروں کی غلطی، لاپرواہی اور کوتاہی ہے اور یہ مریض ہو گئے اور لالچ میں پڑ گئے۔ ان پر کنٹرول کرنا چاہیئے۔ دوائیوں کا مسئلہ ہے ایک محکمہ یا ایک ڈاکٹر declare کرتا ہے کہ یہ دوائیاں unfit ہیں۔ پھر دو مہینے بعد وہی ڈاکٹر سرکولیٹ کرتا ہے کہ وہ

دوائیاں ٹھیک ہیں۔ ایک ڈاکٹر کے خلاف کورٹ میں stricture pass ہوتے ہیں کہ اس میں یہ نا اہلی ہے یہ غلطی ہے تو اس ڈاکٹر کو اس سے بھی زیادہ بڑے عہدے پر لگایا جاتا ہے۔ پھر کس طرح سے سدھار ہو گا ؟ اور یہ لوگ کس طرح سے مسیحا بنے ہوئے بیٹھے ہیں۔ اور اس امید پر مریض ہسپتال میں جاتا ہے کہ علاج ہو گا لیکن اس کے ساتھ یہ سلوک کیا جاتا ہے۔ اگر اس ملک میں ڈاکٹروں کی لاپرواہی کے خلاف مقدمات درج ہوں تو عدالتوں میں سب سے زیادہ مقدمات ڈاکٹروں کے خلاف ہوتے۔ ڈاکٹر سب کچھ ہے مگر لاپرواہ ہے۔ بہت کم ایسے ڈاکٹر ہیں جن میں ہمدردی کی بو اور لفظ ہے۔ ڈاکٹر کے منہ سے اگر مریض کے لئے ہمدردی کا لفظ نکلے تو مریض آدھا شفا یاب ہو جاتا ہے۔ مگر اس کم بخت کے پاس یہ بھی نہیں ہے سوائے اس کے کہ جو بہت بڑے آدمی ہیں جو VIP ہے۔ جن کی رسائی ہے اور ٹیلیفون کئے جاتے ہیں ان کی تو قدر کی جاتی ہے مگر بہرہ ور سعید جیسا آدمی جائے اور کوئی ایسا ہی جائے تو کوئی نہیں پوچھتا۔ تو جناب والا ! یہ ایسا مسئلہ ہے کہ اس کو اس ہاؤس میں زیر بحث لایا جائے تاکہ ہم دوائیوں کے متعلق، ان کے کارخانوں کے متعلق اور جو دوائیاں سرکولیٹ ہیں اور جو دوائیاں expire ہو جاتی ہیں ان کے متعلق عرض کر سکیں۔ ایسے اور بھی بہت سے مسئلے ہیں۔ بہرحال وزیر صاحب سوچیں اور خود پریس کریں یہ علاج کا مسئلہ بھی یہ پنڈورہ بکس ہو گیا ہے اور یہ کبھی کھلتا ہے یا نہیں۔ بہرحال حکومت کو چاہئے کہ اس مسئلے کو seriously لے اور تمام امور جو دوائیوں سے متعلق، سرکولیٹ جو ہیں، سٹور میں اور expired دوائیں ہیں ان کو نظر میں رکھیں اور ضروری ایکشن لیں۔ یہ حکومت کا فرض بھی ہے اس میں بہت لوگوں کا بھلا ہو گا۔ لہٰذا اس کو ایڈمٹ کر کے بحث کی جائے۔ شکریہ۔

<u>میڈم ڈپٹی چیئرمین</u> : جناب فصیح اقبال صاحب۔

<u>سید فصیح اقبال</u> : جناب چیئرمین ! ہمارے محترم بہرہ ور سعید صاحب نے بڑی بنیادی باتیں کیں اور صحیح نشاندہی کی ہے صورتحال کی۔ لیکن دو چار چیزوں کے بارے میں، میں بھی گزارشات کرنا چاہتا ہوں۔ ہمارے وزیر جوان ہی نہیں خوبرو بھی ہیں اور یہ کافی موبائیل ہیں ہسپتالوں کا دورہ وغیرہ کرتے رہتے ہیں۔

شیخ زید ہسپتال کے بارے میں کافی عرصے سے، چار پانچ سال سے شکایتیں چلی آ رہی ہیں۔ اس سلسلے میں کئی مرتبہ محکمانہ انکوائریاں بھی ہوئیں، دو مرتبہ تبدیلیاں بھی ہوئیں اس کی وجہ وہاں پر پارٹی بازی ہے۔ ورنہ جس انداز میں اس ہسپتال کی تعمیر ہوئی بڑے اچھے equipments ہیں اچھی تعمیر ہوئی ہے۔ لیکن جو مسئلے کا حل ہے وہ equipments یا اچھی تعمیر سے نہیں اچھے ڈاکٹروں سے ہوتا ہے۔ وہاں پر پارٹی بازی کی وجہ سے ڈیوٹی پر ڈاکٹر نہیں ہوتے جس کی ڈیوٹی ہوتی ہے اور ایڈمنسٹریشن وہاں ایک گروپ کے تحت چل رہی ہے۔ میں اخبارات کا مشکور ہوں کہ جنہوں نے ایسے عوامی مسائل کی کم از کم نشاندہی کی ہے ورنہ ہم تک یہ بات کیسے پہنچتی۔

جس واقعہ کا ذکر کیا گیا ہے ہسپتال کی انتظامیہ کا فرض تھا کہ فوراً دوسرے دن اس خبر کی تردید کرتی تاکہ لوگوں کا اس ہسپتال پر اعتماد بحال ہوتا۔ آئے دن ضلعی اور چھوٹے ہسپتالوں میں یہ شکایتیں عام ہیں اور ڈاکٹروں کی غفلت اور لاپرواہی سے کوئی نہ کوئی روز اموات ہوتی رہتی ہیں۔ آج تک کبھی بھی آدمی کورٹ نہیں گیا حکومت فریق نہیں بنی۔ مجھے افسوس ہے کہ ایک جمہوری ملک میں اگر انسانی جان کا خیال نہیں رکھا جاتا تو یہ افسوسناک ہے۔ بہر حال کم از کم وزارت صحت جس میں ماشاءاللہ بڑا عملہ ہے ڈی جی ہیلتھ ہے تو اس کا بھی کام ہے کہ اگر اخبارات میں کوئی ایسی خبر آتی ہے تو از سر خود ان کو تحقیقات کرنی چاہیئے بجائے اس کے کہ یہاں ہاؤس میں بحث ہو۔ لیکن لوگوں کو اتنا علم نہیں ہوتا۔ بہر حال یہ ایک اہم قومی مسئلہ ہے اور شیخ زید ہسپتال میں بڑا عملہ موجود ہے اور اس کے کروڑوں روپے فنڈز ہیں۔ وہاں کی یہ شکایت کہ rejected میڈیشن کا استعمال ہوتا ہے، سیٹوں کا بھی مسئلہ ہے۔ ڈاکٹروں کی مخالفت اور مختلف علاقوں کا اور ڈاکٹروں کی ٹرانسفر کا بھی مسئلہ ہے جو نیا ڈائریکٹر جنرل ہے وہ وہاں مختلف یونٹوں کے صوبوں کے لوگوں کو وہاں تعینات بھی نہیں کرتا۔ اس لئے مسئلہ سیاسی بھی ہے۔ اس لئے آپ وہاں جو بھی تعینات کریں۔ ایک ایڈوائزری بورڈ ہونا چاہیئے تاکہ لوگوں کی ایسی شکایتیں یہ عوامی مسئلے ایسے بڑے ہسپتال میں، مشاورتی بورڈ کے ذریعے آپس میں حل ہوں اور اس ایوان کی زینت نہ بنیں۔ اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ اس پر بحث کی جائے تاکہ ایسے جتنے بڑے ادارے ہیں، جناح ہسپتال کراچی ہے۔ آپ کا پاکستان انسٹی

ٹیوٹ آف میڈیکل سائنسز اسلام آباد ہے۔ ان میں مشاورتی بورڈ ضرور بنائیں اور ان لوگوں کو جو پرائیویٹ پریکٹس کرتے ہیں ان ڈاکٹروں کو لیں جو ایکسپرٹیز ہیں۔ اور آپ بھی محترمہ ! خود اس پیشہ سے متعلق ہیں۔ اگر ایک ڈاکٹر کا اخلاق اچھا نہیں ہو گا یا ایک ڈاکٹر کو اچھی کنڈیشنز آپ نہیں دیں گے تو مریض کا کیا حال ہو گا۔ میں دیکھتا ہوں کہ ہسپتالوں کے کاریڈور میں مریض گھنٹوں بیٹھے رہتے ہیں۔ سارا سارا دن۔ یعنی مائنر ہو یا میجر ایکسیڈنٹ ڈاکٹر نہیں آتے۔ اور اکثر ڈاکٹروں کے چھوٹے چھوٹے مطالبات ہیں۔ وہ بہرحال حل ہو سکتے ہیں۔ لیکن بالکل انہوں نے بھی وہی رویہ اختیار کیا ہوا ہے جس طرح باقی یونینوں نے۔ ان کی ہڑتال سے مریضوں کی زندگی خطرے میں پڑتی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ قومی اہمیت کا مسئلہ ہے۔ اس پر بحث کی جائے۔ اور موصوف وزیر اگر یہ اناؤنس کریں کہ اس کے لئے کوئی متبادل انتظام حکومت پاکستان کرے گی ان ہسپتالوں کا جن کی نگرانی وزارت صحت کے تحت ہے تاکہ ہم اس مسئلے پر یہ سوچیں کہ پیشرفت حکومت کی طرف سے ہوئی ہے۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : جناب حافظ حسین احمد صاحب !

حافظ حسین احمد : شکریہ ڈاکٹر صاحبہ ! میں اس تحریک التواء کے سلسلے میں سوچتا ہوں کہ ہم تاریخ میں کتنے پیچھے چلے گئے۔ مصر میں بھی لاشوں کو حنوط کرنے کا رواج تھا۔ لیکن غالباً ہمارے شیخ زید ہسپتال جو میں سمجھتا ہوں کہ پاکستان کے طبّی اداروں میں ایک نامور ادارہ ہے اور لوگ شاید سوچتے ہیں کہ اس کے گیٹ کے اندر داخل ہوتے ہی ہمارے امراض کا خاتمہ ہو جاتا ہے وہاں پر ڈاکٹروں کی غفلت اور بے پرواہی سے ایک مریض ہلاک ہوتا ہے اور لاش کو تین ماہ تک فریزر میں رکھا جاتا ہے اور اخبار میں یہ واضح طور پر تھا کہ فریزر کی خرابی کی وجہ سے ان کا جو منصوبہ تھا یا جو ریسرچ کرنا چاہتے تھے وہ ناکام ہوا۔ یقیناً ہم سمجھتے ہیں کہ وہ فریزر بھی اس انداز میں لیا گیا تھا اور ان کی کوٹیشن میں جو بے قاعدگیاں ہوئی تھیں اور اس پر بھی اگر سینٹ تحقیق کرے تو شاید کچھ اور واقعات سامنے آسکیں۔ لیکن محترمہ! ہم سمجھتے ہیں کہ خدانخواستہ ہمارے یہ مسیحا اس لاش کا کیا کرنا چاہتے تھے۔ اس متمدن یورپ اور امریکہ میں تو آئے دن اخبارات میں تو یہ بات آتی ہے جناب کہ فلاں متمدن شخص نے فلاں شخص کو ذبح کیا اور لاش کو فریج میں رکھا اور کبھی اس کی

ایک انگلی کھاتا رہا اور کبھی زبان چبا ڈالی۔ یہ تو متمدن امریکہ اور یورپ میں عام ہے۔ لیکن اس طرح کا واقعہ پاکستان میں اور ایک ہسپتال میں اس کا رونما ہونا یقیناً ہمارے لئے باعث شرم ہے۔ ہم سمجھتے ہیں دوسری جو اہم بات ہے کہ آپ اس پر قیاس کریں کہ یہ شیخ زید ہسپتال جو کروڑوں کی لاگت سے تعمیر ہوا جہاں پر صرف وی آئی پی حضرات اور وہ لوگ جو متمول اور دولت مند ہیں وہ تشریف لاتے ہیں جہاں پر ڈاکٹرز اپنی تعیناتی کراتے رشوتیں دیتے ہیں۔ جہاں پر کہا جاتا ہے کہ بہترین علاج ہوتا ہے۔ وہاں پر اگر ایک مریض لاوارث شخص اور میں نہیں سمجھتا کہ ایک لاوارث کو کس طرح شیخ زید ہسپتال میں داخل کرایا گیا۔ یقیناً اس کو آپ تحقیق کریں گے تو یہ بات سامنے آئے گی کہ اگر شیخ زید ہسپتال کا یہ حال ہے تو پھر ملک میں جو سول ہسپتال ہیں ان میں جو کچھ ہو رہا ہے۔ لیکن ہوتا یہ ہے کہ اس واقعہ سے پردہ اٹھ گیا۔ اور یہ اخبارات کی زینت بنا۔ اس لئے ہم اس پر بحث کر رہے ہیں۔ ورنہ آپ کسی ہسپتال میں جائیں ہسپتال کے گیٹ کے ساتھ آپ جا کر دیکھیں کہ غریب لوگ وہاں پر ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرجاتے ہیں اور ہسپتال کے اندر وارڈوں میں برآمدوں میں لوگ نیچے پڑے ہوتے ہیں اور کوئی ان کی شنوائی نہیں ہے۔ اور یقیناً ہم سمجھتے ہیں کہ یہ صورت حال ہمارے لئے انتہائی تشویش ناک ہے۔ اور وزارت صحت۔ میں تو سمجھتا ہوں کہ یہ وزارت بیماری ہے۔ کیونکہ وزارت صحت کے ہتے چڑھنے کے بعد کوئی شخص سالم نہیں رہتا۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ وزیر صحت صاحب اور اپنی اس وزارت کا اعتراف کریں۔ اللہ تعالیٰ ان کی صحت کو برقرار رکھے لیکن جو مریض ہیں اور یہاں کے جو لوگ ہیں غریب ہیں ان کی صحت کی بحالی کے لئے اسے اپوز نہ کریں بلکہ کمیٹی کے سپرد کریں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اس سے ان کی بھی نیک نامی ہو گی اور ملک کے غریب عوام سکھ کا سانس لیں گے۔ شکریہ۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : جناب سید تسنیم نواز گردیزی صاحب ! منسٹر فار ہیلتھ۔

سید تسنیم نواز گردیزی : محترمہ چیئرمین صاحبہ ! آج اس تحریک التواء پر ہمارے معزز اراکین نے جو بات کی ہے۔ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ میں ان کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ان کے جو جذبات یا نظریات ہیں ہسپتال کے بارے میں یا مریضوں کے بارے میں یا جو اس وقت ہسپتالوں میں ہو رہا ہے میرے جذبات ان کے

ساتھ ملتے ہیں۔ میں بھی انہی کی طرح پاکستانی ہوں اور یہ جذبہ رکھتا ہوں اور ہماری حکومت کی یہ پالیسی ہے کہ ہم ایک ایسی کمپری ہینسو ہیلتھ پالیسی عوام کے سامنے لے آئیں جس میں اس قسم کے مسائل کو کم سے کم کیا جا سکے۔ میں یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ انہیں ہم ہمیشہ کے لئے ختم کر سکتے ہیں۔ لیکن جس کوشش کی طرف ہم گامزن ہیں مجھے یقین ہے کہ انشاءاللہ ہم ان کوششوں میں پورے اتریں گے۔ جہاں تک اس تحریک التواء کا تعلق ہے۔ میں نے اسے اپوز اس لئے نہیں کیا کہ مخالفت برائے مخالفت میں۔ چونکہ یہ واقعہ جس دن اخبار میں آیا ہے اسی دن میں نے بھی پڑھا۔ اور میں نے شیخ زید کے جو ایگزیکٹو ڈائریکٹر ہیں ان کو اسی دن انکوائری کے لئے کہا۔ ان کی انکوائری رپورٹ میرے پاس آئی۔ مجھے اس پر تسلی نہ ہوئی اس کے بعد میں نے منسٹری آف ہیلتھ سے ایک انکوائری آفیسر بھیجا اور ان کی انکوائری منگوائی۔ ان کی جب انکوائری ہوئی۔ وہ میرے پاس آئی ہے۔ اس کی انکوائری کے مطابق جو حالات اور واقعات ہیں وہ میں پڑھ کر آپ کو سنا دیتا ہوں اور ان افیسرز کے خلاف جو ہم نے فوری طور پر انکوائری کے مطابق ایکشن لیا ہے وہ بھی میں آپ کی خدمت میں پیش کر دیتا ہوں۔ سب سے پہلی چیز جو انہوں نے کہا ہے کہ مریض لائے گئے۔ ان سے غفلت برتی گئی وہاں پر اصل میں یہ بات نہیں ہے۔ وہاں پر 9 ایکسیڈنٹ کے کیسز لائے گئے تھے جن میں دو ڈیڈ باڈیز تھیں۔ یہ جو انکوائری رپورٹ ہے اس کے مطابق ہے۔ باقی مریضوں کو وہاں سے رخصت کر دیا گیا۔ اور جو ڈیڈ باڈیز تھیں غیر شناختہ 'انہیں ہسپتال کی مارچری (Mortuary) میں رکھ دیا گیا۔ اب حقیقت یہ ہے کہ.................

According to the enquiry report nine victims of a severe road traffic accident were brought to an accident emergency department of the Shaikh Zaid Hospital on 13-8-1991. Out of them two were unidentified dead bodies. These dead bodies and two seriously injured persons were examined by Dr. Farrah Chaudhry, Casuality Medical Officer. The remaining five patients were examined and treated by Dr. Akram Kari, entries to this effect were properly made in the casuality reception register admission and their numbers are there. Both the corpses were kept in mortuary of the hospital. Later on one of the dead body *i.e.* of Mr. Muhammad Musa was identified on 12-9-1991 by his relative Abdul Majeed Shakir who is serving there in the hospital as Ward Boy who received the corpse on the same day. The

other dead body remained in the mortuary till 13-11-1991 when the Freezer went out of order and the corpse begen to decompose, therefore, the hospital administration immediately burried the dead body in the grave yard of Garden Town Lahore. According to hospital rules, this is the most important point which I want to clear, dead body is not accepted or received however, the Casuality Medical Officer not only received the corpse but did not even inform the police - local police authority for postmortem, although this lapse on the part of the hospital administration was not intentional yet the competent authority that is from my side as I have told you, I hold two enquiries and the administration or the Administrator responsible for unlawfully received the dead body and then keeping it in the mortuary without informing the police authorities departmental disciplinary action has accordingly been taken, initiated against the Administrator. Since the action has been taken, the concerned officer who was responsible for this he has been reverted to his parent department and we have asked his parent department to take action against that officer accordingly.

تو اس سلسلے میں پہلے ہی ایکشن لے چکے ہیں۔ اب مسئلہ یہ تھا کہ اس کو اخبارات نے اتنا اچھالا ہے کہ جو ہمارے معزز ممبران ہیں ان کی تشویش بھی بجا ہے۔ یہ میں نہیں کہتا کہ انہوں نے یہ تحریک التواء غلط پیش کی ہے لیکن اس بات پر اسی دن سے میں نے بھی انکوائری بٹھائی اور اس مسئلے کو ہم نے جلد از جلد طے کیا اور باقاعدہ اب ہسپتال کے اندر اس قسم کی آئندہ شکایت نہیں ہو گی کیونکہ strict rules کے مطابق ہم نے ان کو ہدایت کی ہے کہ وہ کام کریں۔ اگر کوئی کام نہیں کرے گا تو جو ہے وہ ہسپتال کے Executive Director کی ہو گی اسی لئے میں نے اس تحریک کو اپوز کیا ہے۔ شکریہ۔

<u>میڈم ڈپٹی چیئرمین</u> : شکریہ۔ اخونزادہ بہرہ ور سعید صاحب ! منسٹر کے بیان کے بعد آپ اسے پریس کرتے ہیں ؟

<u>اخونزادہ بہرہ ور سعید</u> : نہیں جناب ! میں مطمئن ہوں۔

<u>میڈم ڈپٹی چیئرمین</u> : جی ' سید فصیح اقبال صاحب !

<u>سید فصیح اقبال</u> : جناب والا ! وزیر صاحب کا بیان تو ٹھیک ہے لیکن یہ تو پتہ چلا کہ اس میں حقیقت تھی۔ جہاں تک انکوائری کا تعلق ہے یہ چونکہ ممبروں کو یا اخبارات میں تو نہیں پتہ چلا جب اخبارات میں اتنا شور و غوغا ہو رہا تھا تو وزارت صحت کو چاہیئے تھا کہ

ایک پریس نوٹ کے ذریعے حکومت کی طرف سے اگر یہ بات آتی تو اس مسئلے پر لوگوں کو بھی اعتماد ہوتا۔ مقصد صرف ممبروں کا اطمینان نہیں ہے مقصد یہ بھی ہے کہ لوگوں کے مسائل کا لوگوں کو بھی علم ہو کہ آپ نے کوئی enquiry کرائی ہے اس کے کیا results ہیں۔ یہ عوام کا حق ہے کہ ان کو وہاں تک بات پہنچے۔ میں پریس تو نہیں کرتا لیکن آئندہ ہونے والے واقعات کے لئے کوئی ایسا سسٹم بنائیں تاکہ آئندہ اس قسم کے واقعات کی روک تھام ہو سکے۔ اگر وزیر صاحب کہیں غیر ملک میں ہیں تو اخبار کون پڑھے گا۔ تو ان کو باقاعدہ اخبارات کی روزانہ کٹنگ کرنی چاہیئے پورے ملک کے اخباروں کی کیونکہ یہ وزارت صحت کی ذمہ داری بھی ہے۔ آپ کسی افسر کی ڈیوٹی لگائیں لیکن اس کو پھر آپ عوام کو بھی بتائیں آپ جوابدہ ہیں پارلیمنٹ میں لیکن لوگوں سے منتخب ہیں۔ لوگوں کو بھی تو علم ہو کہ آپ نے انکوائری کرائی اور یہ فیصلہ ہوا اور یہ صحیح بات ہے اور میں اس کو پریس نہیں کرتا۔

<u>میڈم ڈپٹی چیئرمین</u> : حافظ حسین احمد صاحب ! وزیر صاحب کے تفصیلی بیان کے بعد آپ اسے پریس کرنا چاہتے ہیں ؟

<u>حافظ حسین احمد</u> : محترمہ ! میں یہ گزارش کروں گا کہ میں نہیں سمجھتا کہ انہوں نے اپوز کس لئے کیا ہے۔ ان کی پوری تقریر ہماری تحریک التواء کی مکمل حمایت میں ہے اور انہوں نے بھی ڈاکٹروں کی طرح کہا کہ جناب تشخیص یہ کی یہ مرض ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کھانسی بھی ہے نزلہ بھی ہو سکتا ہے۔ ہم وزیر صحت سے یہ گزارش کریں گے جب وہ ایک طرف کہہ رہے ہیں میں نے اسے اپوز کیا ہے اور دوسری طرف فرما رہے ہیں کہ ہم نے انکوائری رپورٹ طلب کی ہے اور پھر کہہ رہے ہیں کہ جناب ! اس میں واقعہ نہیں ہوا تھا تو آپ نے انکوائری کیوں کی اور پھر ایک انکوائری رپورٹ جب آپ نے منگوائی اور اس پر آپ نے خود کیوں اعتماد نہیں کیا۔ اس کی کیا وجوہات ہیں اور تیسری بات یہ ہے کہ وہ کہہ رہے ہیں کہ ہمیں تسلی نہیں ہوئی۔ اب ظاہر ہے کہ اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ تحریک التواء جو ہے وہ بالکل صحیح ہے اور وہ اسے اپوز نہ کریں۔ اب جہاں تک سوال یہ ہے کہ انہوں نے غفلت نہیں کی تو میں سمجھتا ہوں کہ پھر ایکشن کیوں لیا گیا۔ جب غفلت نہیں ہوئی ہے تو ان کے خلاف آپ نے ایکشن کیوں لیا کارروائی کی گئی تو میں سمجھتا ہوں کہ وزیر صحت کا

پورا بیان تضادات کا مجموعہ ہے۔ وہ پہلے تشخیص کریں کہ اصل حقیقت کیا ہے۔ ہماری تحریک التواء کی وہ کس بنیاد پر مخالفت کر رہے ہیں اور دوسری بات یہ ہے کہ یہ کہنا کہ جی مریض بھی جو ہے وہ مری ہوئی حالت میں ملا۔ یہ بات نہیں ہے ڈاکٹروں کے ہاتھ مری ہوئی حالت میں پہنچا یا ان کے ہاتھ سے ہی مرا۔ مسئلہ تو لاش کا ہے اور جہاں تک یہ سوال ہے کہ وہ لاوارث لاش ہے تو اخبارات ہیں' ریڈیو ہے' ٹی وی ہے۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اس کے لئے آپ ایک طریقہ کار طے کریں جو ہماری قائمہ کمیٹی ہے اس کو ریفر کریں کہ وہ طریقہ کار طے کریں۔ اگر ایک لاوارث ہے آپ سارا دن ٹی وی پر فضول + (× × ×) نشر ہوتے ہیں۔ پر کم از کم آپ اس لاش کی تصویر آپ دکھائیں اس کو آپ اخبارات میں شائع کریں تاکہ پتہ چل سکے .... اور جو فریج میں آپ حضرات نے چھپائے رکھے ہیں میں یہ سمجھتا ہوں کہ اگر وزیر صاحب ہمیں یقین دہانی کرائیں کہ آئندہ اس قسم کے واقعات نہیں ہوں گے اور وہاں پر جس لاوارث کا بھی انتقال ہو گا تو حکومتی ذرائع ابلاغ کے ذریعے باقاعدہ طور پر عوام کو مطلع کیا جائے گا تو پھر ہم اسے پریس نہیں کریں گے۔

<u>میڈم ڈپٹی چیئرمین</u>: سید تسنیم نواز گردیزی صاحب !

<u>سید تسنیم نواز گردیزی</u> : پہلے تو میں جناب سینٹر فصیح اقبال صاحب کے اس سوال کا جواب دوں گا کیونکہ جب یہ انکوائری آئی ہے تو اس انکوائری کی پریس ریلیز ہوئی ہے لیکن ہوتا یہ ہے کہ اس معاملے کو اچھالنے کے لئے اخبارات میں بہت بڑی سرخیاں آتی ہیں لیکن جو پریس ریلیز منسٹری کی طرف سے یا ہسپتال کی طرف سے جاری ہوا ہے اس کو بہت ہی تھوڑا اخبارات میں شائع کیا گیا ہے اور وہ ہمارا ممبران کی نظروں سے نہیں گزرا۔ بہرحال اس کی پریس ریلیز بھی ہم دے دیں گے۔

حافظ حسین احمد صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے کیوں اپوز کیا ہے۔ انہوں نے سب سے پہلی بات یہ فرمائی ہے کہ مریض لائے گئے اور ہسپتال والوں کی غفلت کی وجہ سے وہ مر گئے۔ پہلے تو ان کا یہ نکتہ غلط ہے اس لئے کہ جو مریض وہاں لائے گئے تھے وہ وہاں سے صحت یاب ہو کر چلے گئے یہ دو ڈیڈ باڈیز تھیں اور ڈیڈ باڈیز مری ہوئی ہوتیں ہیں

+ (× × ×) الفاظ بحکم چیئرمین حذف کیے گئے۔

مریض نہیں ہوتے یہ میں وضاحت کرنا چاہتا ہوں اور دوسری بات یہ ہے کہ میں نے اپوز اس لئے کیا تا کہ آپ اس پر بحث کر سکیں۔ اگر میں اپوز نہ کرتا تو آپ وہ بحث کس طرح کر سکتے۔ آپ کس طرح اس بات کا جواب دے سکتے یا میں آپ کو کس طرح مطمئن کر سکتا جواب دے سکتا۔ تو اسی لئے میں نے اپوز کیا تا کہ آپ بھی ڈسکشن کر لیں اور میں بھی اس کا صحیح طریقے سے جواب دے دوں۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : تو حافظ صاحب ! آپ پریس نہیں کرتے۔

حافظ حسین احمد : محترمہ ! اس میں واضح طور پر لکھا ہوا ہے کہ لاش کو تین ماہ تک ہسپتال کے مردہ خانے میں رکھا گیا۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : تو قاضی صاحب مرا ہوا بندہ لاش ہی ہوتا ہے زندہ تو لاش نہیں ہوتا۔

حافظ حسین احمد : محترمہ ! میں یہ گزارش کر رہا ہوں کہ وہ کہہ رہے ہیں کہ ہم نے کہاں کہا ہے مریض لے کر آ گئے تھے وہ صحت مند تھے اور اگر کوئی صحت مند ہو اس کا دماغ خراب ہے کہ وہ ہسپتال چلا جائے۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : انہوں نے پہلے کہا تھا کہ دو مردہ لاشیں آئی تھیں۔

حافظ حسین احمد : میں پریس نہیں کرتا۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : شکریہ جی۔ پریس نہیں کیا گیا' ڈاکٹر محمد ریحان !

ڈاکٹر محمد ریحان : جناب والا ! میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ بجائے اس کے کہ تین مہینے وہ پڑے رہیں کیا بہتر نہیں ہو گا کہ کوئی ایسا طریقہ کار بنایا جائے کہ میڈیکل کالج کے اناٹومی ڈیپارٹمنٹ کے حوالے کر دیا جائے تا کہ علم اور تحقیق کے سلسلے میں کام آ سکیں اس میں فائدہ ہو گا۔

چوہدری امیر حسین : جناب والا ! حافظ حسین احمد صاحب نے ایک لفظ بولا تھا وہ گالی ہوتا ہے اس کو حذف کیا جائے۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : وہ لفظ حذف کیا جاتا ہے۔

Madam Deputy Chairman : Item No. 2.

Motion under Rule 171 (1)

Brig. (R) Muhammad Hayat : I move:

> that under sub-rule (1) of Rule 171 of the Rules of Procedure and Conduct of Business in the Senate, 1988, the time for presentation of report of the Standing Committee on the Disposal of the Federal Government outlived quarters Bill, 1989, be condoned till today.

Madam Deputy Chairman : It has been moved :

> that under sub-rule (1) of Rule 171 of the Rules of Procedure and Conduct of Business in the Senate, 1988, the time for presentation of report of the Standing Committee on the Disposal of the Federal Government outlived quarters Bill, 1989, be condoned till today.

(The motion was adopted)

Madam Deputy Chairman : The delay stands condoned.

Malik Muhammad Hayat : Madam, I present the report of the Standing Committee on the disposal of the Federal Government's out-lived quarters Bill, 1989.

Madam Deputy Chairman : The report stands presented. Item No. 4. last Private Members Day.

چوہدری امیر حسین : لاسٹ جو پرائیویٹ ممبرز ڈے تھا اس پر بھی اس بل کو اس بناء پر ڈیفر کیا گیا تھا کہ لاء منسٹر صاحب کے brother in law فوت ہو گئے تھے اور ان کو برطانیہ جانا پڑا۔ آج بھی میری یہ درخواست ہے کہ ان کی واپسی تک اس کو defer فرمایا جائے۔

Mr. Yahya Bakhtiar : I object, it was a compassionate ground Madam, I agreed but a week has passed, this is very important Bill. If he repeatedly makes mercy petitions then it will be very difficult for any Bill to be introduced in the House. I will request him that he is Parlimentary Affairs Minister as well as law knowing Minister and he has been a Minister for Law, it is very simple straight forward Bill in which I am trying to pursuade the House to give me leave so that the age limit of the retirement of a High Court Judge is brought to the level of the age limit of the

Supreme Court Judge. They should also retire at the age of 65. Very talented people are retired, a judge of the High Court gets his experience after a very long time, it is a very skilled job and we just waste that talent by retiring them at the age of 62. It is very simple, I hope he will agree and the House will agree or if you don't agree reject it now.

Ch. Amir Hussain : Madam, as the Minister incharge is not here, I don't have the brief, therefore, I think it would be proper if it is presented in his presence.

جناب یحییٰ بختیار : دیکھئے جی ! میں عرض کر رہا تھا پہلے بھی انہوں نے کہا مجھے ہمدردی تھی اب ہفتہ گزر گیا ہے گورنمنٹ کا کام تو چلنا چاہیئے۔

چوہدری امیر حسین : آپ کو اب بھی ہمدردی ہے ؟

جناب یحییٰ بختیار : ابھی بھی ہے there is no doubt about that.

چوہدری امیر حسین : میری گزارش یہ ہے کہ اگر leave بھی ہو جائے If a Bill is introduced and leave is granted, تو پھر منسٹر صاحب نے آ کر کیا کرنا ہے۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : چوہدری امیر حسین صاحب ! وہ کب تک آ رہے ہیں ان کی leave کب تک ہے ؟

چوہدری امیر حسین : مجھے تو وہ کہہ گئے تھے کہ ایک ہفتے کے بعد میں آ جاؤں گا لیکن میں ان کی منسٹری سے چیک کر لیتا ہوں شاید وہاں کوئی اطلاع آئی ہو۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : یہ چیک کروالیں تو بہتر ہو گا۔

Mr. Yahya Bakhtiar : There is no Private Members Day.

چوہدری امیر حسین : وہ شاید ہو جائے شیڈول میں شاید یہ کرنا پڑ جائے۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : 14 کو ہفتہ ہے اور 15 کو ہو گا۔ نیکسٹ پرائیویٹ ممبرز ڈے۔

جناب یحییٰ بختیار : شیڈول کے مطابق آپ کا سارا سیشن 14 کو ختم ہو رہا ہے۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : نہیں جی ! اب 15 کو ہے کیونکہ 14 کو ہفتہ ہے۔

Mr. Yahya Bakhtiar : They are thinking of having a session on Friday, and in any way I would like to go because I have got my own commitments in Quetta on the 14th March. So my difficulty is that I will have to request for a leave for that day.

چوہدری امیر حسین : پتہ کر لیتے ہیں کہ وہ کب آ رہے ہیں۔

جناب یحییٰ بختیار : یہ دو مہینے تک نہیں آ سکے گا۔

اخونزادہ بہرہ ور سعید : پوائنٹ آف آرڈر۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : اخونزادہ بہرہ ور سعید صاحب !

Akhunzada Behrawar Saeed : Madam, there is no harm if the gentleman is allowed to introduce the Bill. This is really a very important Bill, very competent judges are retired before time. There age should also be raised to that of the Supreme Court Judges. So there is no need to further delay it. These delaying tactics at least we should not imply

میڈم ڈپٹی چیئرمین : چوہدری امیر حسین صاحب ! اگر یہ introduce ہو جائے۔ اگر leave grant کر دیا جائے تو اس سے بھی یہ کمیٹی میں جائے گا۔

چوہدری امیر حسین : میڈم ! پتہ نہیں اس میں کس کس کا interest ہو اور آپ کو بھی میں گزارش کرتا ہوں میں نے ایک request کی ہے۔ دفتر سے جو ایڈوائز دی جا رہی ہے کہ leave grant کر دی جائے اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اس میں حرج ہے اور سیکرٹری صاحب کو اس بات کا پتہ ہے اور میں وہ بات کرنا نہیں چاہ رہا تھا۔ گزارش یہ ہے کہ اگر یہ آٹھ دن کے بعد introduce ہو جاتا ہے تو اتنا زیادہ نقصان نہیں ہو جائے گا۔ it is a policy matter ۔ لاء منسٹر یہاں نہیں ہیں۔ لاء منسٹری کا بل ہے اور وہ آپ سے اجازت لے کر گئے ہیں وہ کہہ کر گئے ہیں کہ میرا بہنوئی فوت ہو گیا ہے میں جا رہا ہوں۔ یہ چونکہ پالیسی میٹر ہے ان کی غیر موجودگی میں کوئی ریٹائرڈ نہیں ہو جائے گا۔ ایک مہینے میں کوئی اوور ایج ہو جائے گا۔

Madam Deputy Chairman : Yahya Bakhtiar Sahib, because he is not concerned so you please wait for the Minister's arrival.

Mr. Yahya Bakhtiar : Madam, I would like to know whether the government depends on an indivisual, the policy depends on an individual or the government for the policy, collective policy, collective responsibility. One individual goes away he may go for three months I have full sympathy there may be compassionate grounds but.

(INTERRUPTION)

چوہدری امیر حسین : اگر ایک ہفتہ کے بعد introduce ہو جاتا ہے میں......

جناب یحییٰ بختیار : میں یہاں ہوں گا نہیں۔

چوہدری امیر حسین : آپ کسی کو Power delegate کر جائیں۔ یو کن

جناب یحییٰ بختیار : اس وقت سیشن بھی نہیں ہو گا۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : 15 کو رکھ رہے ہیں۔

چوہدری امیر حسین : سیشن تو ہوتا ہی رہے گا۔

جناب یحییٰ بختیار : کوشش کریں کہ اگر دس گیارہ بارہ کو ہو سکے۔

چوہدری امیر حسین : میں چیک کر لیتا ہوں وہ کب آتے ہیں۔

جناب یحییٰ بختیار : آپ کوشش کریں کہ 14 سے پہلے ہو جائے۔

چوہدری امیر حسین : ان کے آنے پر انشاء اللہ دیکھ لیں گے۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : اب defer کر دیتے ہیں۔

Syed Abdullah Shah : Madam I am on a point of order.

Madam Deputy Chairman : Abdullah Shah Shahib on a point of order.

Syed Abdullah Shah : I am sorry to say that repeatedly this House is being made hostage to one individual Minister, this is totally unconstitutional and illegl. The responsibility of all the Ministers is joint and severe, I wonder why if one honourable Minister is not present the whole House should be kept waiting for him. Although you have given a decision you have deferred the Bill but this is I think very wrong practice, Please correct this as soon as possible. It is not fair.

(Interruption)

Ch. Amir Hussain: I am sorry to say that after a ruling has been given by the Chair and it is against the procedure and the rules when a member is speaking other can't interfere without the permission of the Chair. My submission is that he made a request he has gone abroad on compassionate ground he was given permission and he informed the House, it is not proper that in his absence his brother-in-law has expired and I think it is not proper when an honourable Minister has asked the leave of the House and it was granted, I am thankful to the leader of the Opposition that he has agreed for the deferment, it will be taken I know that it is the collective responsibility of the Cabinet but Minister Incharge can contribute much,

therefore, I have requested and my request is acceeded to I am thankful to the honourable Member and the Chair.

Madam Deputy Chairman: Thank you. Item No. 6. Syed Faseih Iqbal Sahib.

RESOLUTION *RE :* THE DIRECT HAJ FLIGHTS FROM QUETTA AIR PORT

Syed Faseih Iqbal: Resolution. This House recommends that government may make necessary arrangements at the Quetta International Airport for direct Haj flights if feasible.

میڈم ڈپٹی چیئرمین : یہ آپ move کر چکے ہیں۔

سید فصیح اقبال : جی ! میں اب اس پر کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ جناب ! اس وقت پورے ملک میں تین ایئرپورٹس پر حکومت نے حاجیوں کے سلسلے میں انتظام کیا ہے اور یہ صریحاً پی آئی اے اور سول ایوی ایشن کی discrimination ہے پشاور سے شروع ہوا ہے اور یہ خیر کا کام ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ بلوچستان اور تمام پاکستان کے لوگ اپنا یہ مقدس فریضہ ادا کرنے مختلف علاقوں سے آکر کراچی سے جاتے تھے لیکن ان کی سہولت کے لئے پہلے لاہور میں انتظام ہوا اس کے بعد پھر پشاور میں ہوا پھر اسلام آباد میں ہوا۔ اب صرف کوئٹہ ایسا بدقسمت ایئرپورٹ رہ گیا ہے اور وہاں آٹھ سال سے حاجیوں کا برابر یہ مطالبہ تھا کہ بلوچستان کے دور دراز علاقے ہیں اور خود محترمہ جانتی ہیں۔ ژوب سے لے کر گوادر تک کے لوگوں کو جب کراچی جانا پڑتا ہے یا اسلام آباد جانا پڑتا ہے تو اس سے ان کو کتنی تکلیف اٹھانا پڑتی ہے۔ اب جس طرح سے پی آئی اے نے ملک کے دوسرے ایرپورٹس سے ڈائریکٹ پروازیں چلانے کا انتظام کیا ہے، جس طرح دو ر ے ..ت کئے ہیں، ایسے انتظامات بلوچستان کے لئے کیوں نہیں کئے ؟ میرے علم میں ہے کہ پچھلے سال سول ایوی ایشن نے پچھلے سال ایک عارضی انتظام کیا تھا لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ اس کے لئے انہیں کچھ نئے شیڈز بنانے پڑیں گے، حالانکہ انہیں پتہ ہے کہ انٹرنیشنل ڈیپارچرز کی لاونج زاہدان کی فلائٹس معطل ہونے کے بعد بالکل خالی رہتی ہے۔ صرف ہفتہ کے لئے مشہد کی فلائٹ کے لئے استعمال ہوتا ہے لیکن یہ بھی آج کل معطل ہے، تو میں سمجھتا ہوں کہ کوئٹہ ایئرپورٹ اس وقت اس قابل ہے کہ وہاں حاجیوں کی پروازیں شروع کی جائیں۔ یہاں

ہاؤس میں میرے مختلف سوالوں کے جواب میں بتایا گیا ہے کہ حج فلائٹس اس سال نہیں بلکہ 1991ء سے شروع کیا جائے گا۔ جب اس طرح کے بیانات وزراء صاحبان بیان دے رہے ہوتے ہیں کہ انہیں محسوس نہیں ہوتا ہے کہ یہ بیان وہ ہاؤس میں دے رہے ہیں کیونکہ ان کے پاس محکمہ کا لکھا ہوا میٹریل ہوتا ہے اور وہ اسے پڑھ دیتے ہیں۔ یہ بات بڑی افسوس کی ہے، میں کوئی Instruction pass نہیں کر رہا لیکن اکثر ایسا ہوا ہے کہ جن سوالوں کے جوابات کے ضمن میں آج ہم ریزولیوشن پیش کر رہے ہیں ان کے جوابات اس طرح ہیں کہ ہاں، حکومت وہاں سے ڈائریکٹ حج فلائٹس شروع کرنا چاہتی ہے.................
یہ کب شروع ہو رہی ہے................ جواب یہ ہوتا ہے کہ اگلے سال سے متوقع ہے................ متوقع کا مطلب ہے۔ یہی جواب ہمیں 1988ء میں سوالات کے جوابات میں بتایا گیا، 1989ء میں سوالات کے جواب میں بتایا گیا یعنی یہی جواب دیا جارہا ہے۔ اور آج جب اس ریزولیوشن کے حوالے سے وزیر صاحب جواب دیں گے تو یہی جواب دیں گے کہ کوشش کی جائے گی۔ جناب ! یہ جواب ہمیں already ہی مل چکا ہوا ہے مختلف سوالوں کے ذریعہ۔ اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ اس مسئلہ پر میں نے جو ریزولیوشن ہاؤس میں پیش کیا ہے اس پر ووٹنگ کروائیں۔ یہ ریزولیوشن جو ہے یہ unanimous منظور ہونا چاہیئے کیونکہ حج کے سلسلے میں کسی صوبہ کے ساتھ کوئی discrimination نہیں ہونی چاہیئے۔ بلوچستان کے لوگ ہوں، سندھ کے لوگ ہوں، پنجاب کے ہوں یا فرنٹیئر کے، ان سب کو حق حاصل ہے کہ انہیں مساوی سہولتیں حج کے سلسلے میں حکومت فراہم کرے۔ اب کوئٹہ ایئرپورٹ جو ہے یہ کافی وسیع ہو گیا ہے۔ آپ کو علم ہے کہ اس کے لاؤنجز بن چکے ہیں، یہ ایک نیا ایئرپورٹ بنا ہے۔ اب اس میں سول ایوی ایشن یا پی آئی اے کچھ اپنے دفتری معاملات ہوں تو ہوں لیکن ان کی وجہ سے آپ ہمارے سب سے بڑے مسئلہ کو رد نہیں کر سکتے۔ میرا مقصد یہ ہے کہ وہاں کے حاجیوں کی مسلسل تکالیف کے باعث جو ان کو اسلام آباد یا کراچی پہنچ کر ہوتی ہیں، کوئٹہ سے ڈائریکٹ حج پروازیں چلائی جائیں تاکہ وہ ان تکالیف سے بچ سکیں۔ آپ کے علم میں ہو گا کہ حج کے علاوہ بھی دوبئی پشاور، لاہور جدہ وغیرہ ڈائریکٹ فلائٹس ملک کے مختلف ایئرپورٹ سے چلائی جارہی ہیں صرف کوئٹہ باقی رہ گیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس چیز کا بوجھ حکومت پر بھی ہے کہ

اس نے آج تک بلوچستان کا وہ درجہ ہی نہیں دیا۔ میں نے اسے سیاسی مسئلہ نہیں بنانا' بلکہ یہ ایک مذہبی مسئلہ ہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ حکومت کو اس کا نوٹس لینا چاہیئے۔

حکومت نے کبھی بھی ان چیزوں کو سامنے نہیں رکھا۔ بلوچستان کو چوتھے صوبے کا درجہ دیا ہوا ہے حالانکہ میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے ملک کا یہ سب سے بڑا صوبہ ہے۔ اس لئے رقبہ کے لحاظ سے اس پنجاب سے پہلے آنا چاہیئے۔ اگر پنجاب آبادی کے لحاظ سے بڑا ہے تو علاقے کے لحاظ سے ہمارا صوبہ بڑا ہے۔ اس لئے آپ اس نمبر چار پر نہ رکھیں۔ جب بھی کوئی مسئلہ ہوتا ہے تو نمبر چار ہونے کی وجہ سے یہ پیچھے رہ جاتا ہے۔ جناب نمبر چار' کوئی نمبر ہوتا ہے۔ یعنی ایک دو تین کے کام ہو گئے اور چار تک آتے ہوئے اس کی باری ہی نہیں آتی۔ اس کے متعلق کہہ دیا جاتا ہے کہ اس کے بارے میں دیکھا جائے گا۔ للذا میں پر زور مطالبہ کرتا ہوں کہ اس مسئلہ کے بارے میں حکومت فوری طور پر اعلان کرے کہ وہاں سے بھی حج پروازیں ڈائریکٹ شروع کی جارہی ہیں۔ یہ ٹھیک ہے کہ وہاں کچھ انتظامی مشکلات پیدا ہو سکتی ہیں لیکن میں آپ کو بتادوں کہ جب پشاور سے ڈائریکٹ حج پروازیں شروع کی گئیں تو یہ مشکلات پشاور میں بھی تھیں۔ جب اسلام آباد سے پروازیں شروع کی گئیں تو یہ مشکلات اسلام آباد میں بھی تھیں۔ یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے۔ یہ حل ہو جاتی ہیں۔ ان کو حل کرنا ان کا کام ہے۔ للذا میری درخواست ہے کہ اس ریزولیوشن کو adopt کیا جائے تاکہ اسی سال سے ہمارے حاجیوں کے لئے وہاں سے پروازیں شروع ہو سکیں۔

<u>میڈم ڈپٹی چیئرمین</u> : اس مسئلہ کے بارے میں کوئی اور صاحب بولنا چاہتے ہیں۔ حافظ حسین احمد صاحب !

<u>حافظ حسین احمد</u> : محترمہ شکریہ' میں گزارش کرنا چاہوں گا کہ مسئلہ ہمارے لئے انتہائی اہم ہے۔ آپ کو خود پتہ ہے کہ بلوچستان کے دور دراز علاقوں سے جب لوگ حج کے لئے جاتے ہیں تو انہیں پہلے کوئٹہ آنا پڑتا ہے اور پھر آپ کو پتہ ہے کہ کوئٹہ سے کراچی کے لئے کوئی ڈائریکٹ فلائٹ نہیں ہے بلکہ اسلام آباد سے کراچی جانے والی فلائٹ جو ہے وہ کوئٹہ رکتی ہے اور وہاں ٹکٹ کے حصول کے لئے باقاعدہ لوگوں سے رشوت طلب کی جاتی ہے جس کے میں نے الگ یہاں پر تحریک التوا دی تھی پچھلی دفعہ' تو

میری یہی گزارش ہے کہ اگر بلوچستان کے اتنے زیادہ حجاج نہیں ہیں تو اس لئے ہم یہ سمجھتے ہیں وزارت مذہبی امور کو چاہئے کہ ان کی روانگی کی تواریخ اس طرح مقرر کرے کہ جن سے آسانی رہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ کوئٹہ سے زیادہ پروازوں کی ضرورت نہیں ہو گی بلکہ کوئٹہ سے جدہ کے لئے اور جدہ سے کوئٹہ کے لئے چند ڈائریکٹ پروازوں کی ہی ضرورت رہے گی۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس سے بلوچستان کے حجاج کو بہت سہولت رہے گی۔ بجائے اس کے کہ وہ پہلے کوئٹہ کئی دن ایئرپورٹ پر پڑے رہیں اور پھر کراچی وہاں سے ٹکٹ لے کر آئیں اور پھر کراچی میں کئی دن تک خوار ہوں اور وہاں سے پھر جدہ جائیں اور اسی طرح واپسی میں یہی صورت حال ہے۔ اس لئے ہماری دردمندانہ گزارش ہے کہ اس مسئلہ کو حل کرنے کے لئے وزیر صاحب اقدامات فرمائیں۔

<u>میڈم ڈپٹی چیئرمین</u> : شکریہ جناب عالم علی لالیکا صاحب !

<u>میاں عالم علی لالیکا</u> : شکریہ چیئرپرسن صاحبہ ! میں اس قرارداد کی پرزور تائید اس بنا پر کرتا ہوں کہ یہ ہر صوبے کا ایک بنیادی حق ہے کہ اس کو جس قدر ممکن ہو' سہولیات فراہم کی جائیں۔ اس پر کسی دوسری سوچ' کسی دوسری فکر کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ اب تک میں متحیر ہوں کہ بارڈر ایک رکھا ہوا ہے ہندوستان جانے والوں کے لئے جو کہ واھگہ کے قریب ہے۔ اب جس آدمی نے اجمیر شریف جانا ہوتا ہے' وہ کراچی سے چل کر پہلے لاہور آتا ہے۔ واھگہ کراس کر کے پھر واپس کراچی کے برابر جاتا ہے۔ یہ بلاوجہ ایسے اقدامات ہیں جو خلق آزادی کے مترادف ہیں۔

بلوچستان ہو یا سرحد ہو' یا سندھ ہو' ان کا ایک بنیادی حق ہے کہ ان کے دارالخلافہ جات سے براہ راست حج پروازیں جانی چاہیں۔ جب وہاں ایئرپورٹس موجود ہیں' سیکورٹی انتظامات موجود ہیں تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ ہم اختیارات کو سینٹرلائز کئے رکھیں۔ بلاشبہ حج کے لئے ویزہ مرکزی وزارت مذہبی امور ضرور دے لیکن حج پر جانا جو ہے یہ بڑی جائز اور واجب بات ہے۔ اگر اسلام آباد اور لاہور ہی سے پروازیں ہوں گی تو آپ اندازہ فرمایئے گا کہ بلوچستان کے دور دراز کے علاقے کے آدمی کے ساتھ' جس کے لئے کوئٹہ بذات خود ہی ایک اجنبی جگہ ہے' چہ جائیکہ وہ لاہور یا اسلام آباد آکر گلتا سڑتا رہے' کتنی زیادتی ہے' کتنا ظلم ہے۔ خدارا ! میں حکومت سے آپ کی وساطت سے

درخواست کروں گا کہ اگر ممکن ہو تو کوئٹہ سے حج پروازیں اسی سیزن سے جاری و ساری فرمائی جائیں۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : شکریہ۔ اور کوئی اس معاملے میں بات کرنا چاہتا ہے؟ محمد ابراہیم صاحب !

جناب محمد ابراہیم خان : جناب والا ! فصیح اقبال صاحب کا جو مطالبہ ہے وہ بالکل حق بجانب ہے' اس لئے کہ بلوچستان کا علاقہ بہت وسیع ہے اور اس کی آبادی دور دور تک پھیلی ہوئی ہے۔ اس لئے بلوچستان کے شہریوں کو اس تکلیف سے کہ وہ پہلے کوئٹہ آئیں' پھر لاہور یا کراچی جائیں' نجات دلانی چاہئے۔ میں اس کی تائید کرتا ہوں کہ کوئٹہ سے حج پروازیں شروع کی جائیں۔ اس کے بارے میں حکومت جلد از جلد سوچے اور اس کے لئے کوئی فوری اقدامات کرے تاکہ لوگوں کو یہ ....

میڈم ڈپٹی چیئرمین : شکریہ۔ جناب ظریف خان مندوخیل صاحب ! کیا آپ اس ایشو پر بولنا نہیں چاہتے ؟

شیخ ظریف خان مندوخیل : جی ! بات کروں گا۔ میرے بھائیوں نے جو ریزولیوشن پیش کیا ہے میں اس کی پرزور تائید کرتا ہوں بلکہ میں تو یہ کہتا ہوں کہ آپ ان کو یہ آرڈر کر دیں کہ جلد از جلد وہاں حج پروازوں کے ساتھ حاجی کیمپ کا بھی بندوبست ہونا چاہئے۔ پچھلے سال کا واقعہ مجھے یاد ہے کہ جب حاجیوں کے جہاز آ رہے تھے' کہ بارہ تاریخ کو ہم لوگوں نے 27 تاریخ کے لئے کوئٹہ کے لئے بکنگ کرانا تھی لیکن اس کے لئے سیٹیں نہیں مل رہی تھیں۔ یہ کتنے افسوس کی بات ہے۔ میں فصیح اقبال صاحب کے اس ریزولیوشن کی پرزور تائید کرتا ہوں اور جن بھائیوں نے اس کے حق میں بات کی ہے ان کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں۔ میں یہی عرض کرتا ہوں کہ جو مراعات باقی تینوں صوبوں کو دی گئی ہیں وہی مراعات ہمیں بھی دی جائیں۔ شکریہ۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : جناب سردار بشیر ترین صاحب ! کیا آپ اس معاملے میں کچھ بولنا چاہتے ہیں ؟

سردار بشیر احمد خان ترین : محترمہ ! میں اس معاملے پر 1988ء سے لے کر آج تک بول رہا ہوں لیکن اس پر عمل کوئی بھی نہیں ہوا۔ میں خود بھی وزیر مذہبی امور رہا ہوں

اس لئے بولنے کا جو طریقہ کار ہے وہ میں پہلے بھی آزما چکا ہوں۔ مجھے یقین نہیں ہے کہ جس طرح سے فصیح اقبال صاحب نے کہا ہے کہ ان کے لئے کہا گیا کہ آئندہ سال سے یہ کام ہو جائے گا۔ یہ کام ہو جائے۔ 1988ء سے لے کر 1992ء آ گیا ہے۔ تاہم مجھے یقین ہے کہ حج کی پروازیں کوئٹہ سے شروع ہوں گی۔ لہٰذا جو تحریک فصیح اقبال صاحب نے پیش کی ہے' اس کے بارے میں عرض ہے کہ اگر وزیر صاحبان یا باقی صوبے مخلص ہیں تو اس کی سفارش کیوں کی جائے۔ انہیں اس تکلیف کا خود احساس ہونا چاہیئے۔ شکریہ۔

میڈیم ڈپٹی چیئرمین : چوہدری امیر حسین صاحب !

چوہدری امیر حسین : محترمہ ! میں بلوچستان کے معزز سینٹرز کے احساسات سے پوری طرح اتفاق رکھتا ہوں لیکن جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ اس معاملے کو زیادہ اہمیت نہیں دی گئی۔ یہ کہنا' میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے ساتھ زیادتی ہے۔ ہماری کیبنٹ کے رکن جناب یعقوب ناصر صاحب ہیں' انہوں نے اس مسئلہ کو اٹھایا اور مذہبی امور کی وزارت سے بھی اس مسئلہ پر بات چیت کی گئی۔ پہلے جیسے کہ آپ کو علم ہے کہ اسلام آباد' لاہور اور کراچی سے پروازیں جاتی تھیں' اس کے بعد اس سال پشاور سے شروع کی گئیں۔ خدانخواستہ ایسی کوئی بات نہیں ہے کہ ہم نے کوئٹہ کو نظرانداز کیا ہے' یا خدانخواستہ ہم کوئی ایسی بات کرنا چاہتے ہیں۔ اصل معاملہ یہ ہے کہ ہر ایک ایئرپورٹ پر چند ایک چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر ہمیں دیکھنا پڑتا ہے کہ ایک ائرپورٹ کے رن وے پر بوئنگ 747 کتنا لوڈ لے کر پرواز کر سکتا ہے' کتنا رن وے درکار ہوتا ہے۔ کیا وہاں حاجی کیمپ ہے یا نہیں ہے۔ اس کے لئے ایک علیحدہ ٹرمینل کھولنا پڑتا ہے۔ فی الحال یہ چیزیں وہاں فیزیبلٹی کی رو سے نہیں تھیں ورنہ ہم یہ پروازیں وہاں سے شروع کر دیتے۔

اب آپ کے علم میں ہے کہ 50 فیصد حاجی سعودی ایئرلائن کے ذریعہ حج پر جاتے ہیں اور وہ حاجیوں کو اسلام آباد اور کراچی سے اٹھاتے ہیں اور پھر حاجیوں کے آنے اور جانے کا ایک شیڈول طے کیا جاتا ہے لیکن مجھے ان کے جذبات کا احساس ہے۔ ورنہ ہم تو یہ شروع کر دیتے اور اب یہ ہے اور آپ کے علم میں ہے کہ سعودی ایئرلائن جو ہے وہ

حاجی اس سے جاتے ہیں اور اسلام آباد اور کراچی سے اٹھاتے ہیں fifty per cent
اور ایک شیڈول طے کیا جانا ہوتا ہے جس کے اندر حاجیوں نے جانا اور واپس بھی آنا ہوتا ہے۔ لیکن مجھے ان کے جذبات کا احساس ہے اور یہ ایک اچھی بات ہے اور بلوچستان ایک بہت بڑا صوبہ ہے اور اس سے دور دراز سے بھی حاجیوں نے جانا ہوتا ہے اور یہ سہولت بلوچستان میں موجود ہونی چاہئے اور جیسا کہ اس قرارداد میں کہا گیا، لکھا گیا ہے کہ:

"This House recommends that the Government may make necessary arrangements at the Quetta International Airport for direct Hajj Flights if feasible."

یعنی میں شکر گزار ہوں ممبران کا کہ وہ بھی سمجھتے ہیں کہ جب تک feasible نہ ہو اس وقت تک حج فلائٹ کو شروع کرنا ممکن نہیں ہوتا۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : وہ شرافت میں کہہ گئے ہیں if feasible ہو جی۔

چوہدری امیر حسین : توجناب والا! دو تین گراونڈز جو میں نے بتائی ہیں۔ حاجی کیمپ کا قیام، رن وے کا دیکھنا ہوتا ہے، ٹرمینل کا کھولنا، کتنا بڑا جہاز کتنے مسافر لے کر جا سکتا ہے۔ تو مجھے اصولی طور پر اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ وہ ایک صوبے کا کیپیٹل ہے وہاں سے Haj flights ہونی چاہئیں جیسے لاہور کراچی اور اسلام آباد سے ہیں اور اس سال پشاور سے، اس سال کا شیڈول چونکہ بن چکا ہے اس سال تو یہ ممکن نہیں ہو گا کہ کوئٹہ سے اس سال شروع کیا جائے بہر حال مجھے فاضل ممبران کا بڑا احترام ہے اور انہوں نے جو بات بھی کی ہے اسکی روشنی میں اب میں یہ direct کرتا ہوں However, we will direct to the PIA and the concerned authorities to conduct feasibility for the next year 1993. وہ feasibility تیار کریں اور ہم یہ کوشش کریں گے کہ 1993ء میں ہم اس قابل ہوں کہ وہاں سے بھی حج فلائٹس شروع کی جا سکیں۔ provided کہ feasibility آ جاتی ہے اور وہ تمام arrangements ہو جاتے ہیں جو کہ Haj flights کے لئے ضروری ہوتے ہیں۔ گورنمنٹ کی طرف سے اس میں کوئی کوتاہی نہیں ہو گی بلکہ گورنمنٹ کی یہ کوشش ہو گی مذہبی امور کی وزارت سے بھی بات ہو گی اور سول ایوی ایشن سے بھی بات کی جائے گی کہ 1993ء میں

جو سال ہے اس میں وہاں حج فلائٹس شروع کی جا سکیں۔ provided it is feasible
feasibility will be prepared before 1993 اور اگر feasible ہوا تو ضرور 1993ء
میں وہاں سے حج فلائٹس شروع کی جائیں گی۔

سید فصیح اقبال: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب! بات یہ ہے کہ right reply ہے۔ چیئرمین صاحب! بات یہ ہے کہ وزیر موصوف کو جو علم ہے میرا خیال ہے ان کو یہ نہیں بتایا گیا اس کی فز یبلٹی تین مرتبہ ہو چکی ہے۔ wide body جہازوں کے لئے کوئٹہ رن وے دو سال پہلے .C.A.A نے ایک امریکن اور پاکستانی فرم کے ساتھ کام کر کے چوڑا کر دیا ہے۔ اب وہاں با قاعدہ ہفتے میں دو مرتبہ ایئربس آتی ہے۔ چونکہ پاکستان میں جہازوں کی قلت ہے اس لئے ڈیلی سروس ائربس نہیں ہو سکی۔ لیکن ائربس وہاں آتی ہے۔ 747 بھی تین مرتبہ وہاں آ چکا ہے۔ مقصد یہ کہنے کا ہے یہ فز یبلٹی جو ہے وہ بنائی جاتی ہے۔ فز یبلٹی ہوتی کہیں نہیں ہے۔ جب پشاور میں یہ انتظام نہیں تھا چار سال پہلے انہوں نے کوشش کی وہ انتظامات کئے وہاں بھی ہوا۔ آپ کو میں بتاؤں کہ لاہور جیسے بڑے سٹیشن پہ حاجی کیمپ نہیں تھا۔ انہوں نے گورنمنٹ گرلز ہائی سکول کو تین سال کے لئے استعمال کیا۔ اس کے بعد اب حج ٹرمینل بنا ہے۔ تو یہ مسئلہ دیکھئے جب آپ کام کرنا چاہتے ہوں تو اس کا کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ یہ سب دفتری قباحتیں ہیں کوئی سیاسی ول نہیں رہا، ہم بنائیں گے وہ تو دو سو سال آپ نہیں بنا سکتے۔ میں آپ کو بتاؤں کہ جب کوئٹہ انٹرنیشنل ائرپورٹ بنا تو وہاں سے زاہدان کے لئے کیسے فلائٹس چلتی تھیں۔ آپ کو بمبئی کا سارا ٹریفک ملا تھا۔ اس لئے کہ اس وقت آپ کی ضرورت تھی۔ پی آئی اے والوں نے اس وقت کیسے 707 شروع کیا کوئٹہ ٹو زاہدان، کراچی کوئٹہ، زاہدان۔ پھر ابھی آپ کی مشہد کی ہے 737 بوئنگ جاتا ہے۔ ائربس ہفتے میں دو جاتی ہیں اور یہ کوئٹہ کی بدقسمتی ہے کہ ہمارا کوئی یہاں political weightage نہیں ہے۔ ورنہ ہماری روزانہ دو فلائیٹس ہوں وہاں کراچی آتی ہیں via لاہور جاتی ہیں۔ ہمارا کوئی destination نہیں ہے۔ ہم via میں ہیں۔ آپ کا بھی بھلا ہے آپ سخت کریں ذرا معاملات کو......

میڈم ڈپٹی چیئرمین : میں سب کو بلوا رہی ہوں۔

سید فصیح اقبال : آپ کہاں بلوا رہی ہیں۔ یہاں میں دیکھ رہا ہوں اس گیلری میں نہ P.I.A. کا کوئی آدمی ہے نہ C.A.A. اور نہ وزارت مذہبی امور کا کوئی آدمی ہے۔ ایک عرصہ ہو گیا ہے یہ مسئلہ سب وزارتوں کو گیا ہوا ہے۔ ان کا فرض تھا کہ وہ یہاں بیٹھتے اور منسٹر صاحب کو بریف کرتے۔ منسٹر صاحب نہایت نیک آدمی ہیں وہ اپنی جگہ تمام پارلیمانی امور کے ذمہ دار ہیں ان کو جو بھی جائے گا وہ اپنے قانونی نکات ٹیکنیکلٹیز پر ہم کو مطمئن کرنا چاہتے ہیں اور ہم مطمئن بھی ہو جاتے ہیں لیکن یہ بعض ایسے مسئلے ہیں یہ میں آپ کو بتا دوں اگر آپ نے اس کی فز یبلٹی دیکھی تو ساری زندگی فز یبلٹی نہیں بن سکے گی۔ فز یبلٹی P.I.A. میں بن چکی ہے مجھے ایم ڈی نے بتایا تھا کہ یہ صرف گورنمنٹ کی اجازت کی ضرورت ہے۔ میں نے کہا کہ ارے بھائی کونسی گورنمنٹ کہاں کہ انڈر ڈیفنس منسٹری کے ہیں۔ تو مقصد یہ ہے میں بتانا چاہتا ہوں کہ صوبائی حکومت بھی ہے لیکن اس کو ڈیفنس منسٹری اس کو کلیر کرے گی۔ وجہ یہ ہے کہ وہاں پورا لاؤنج موجود ہے جیسے ہمارے حافظ حسین احمد صاحب نے کہا کہ باہر کے لوگ وہاں آتے ہیں تو کہاں ٹھہریں۔ کوئٹہ میں، ہوٹلوں میں رہتے ہیں دس دس دن کوئٹہ میں رہتے ہیں تب جا کر کراچی کا ٹکٹ ملتا ہے۔ وہ تمام سہولتیں وہ تو گزارہ کر سکتے ہیں کیا اتنا بڑا لاؤنج وہاں نہیں ہے۔ حاجی کیمپ کی وہاں ضرورت نہیں جس طرح سے لاہور جیسے شہر میں جہاں حاجی کیمپ نہیں تھا انہوں نے گورنمنٹ کا کالج لیا کنٹونمنٹ میں اور عارضی طور پر حاجی کیمپ بنایا۔ اسی طرح کراچی اور پشاور میں، میں سمجھتا ہوں کہ یہ کوئی بات نہیں ہے کہ یہ انتظامات نہیں ہو سکتے۔ جبکہ وہاں پر wide body جہاز چار سال سے، ائر بس اور 747 بھی جا رہے ہیں اور اس وقت بھی بوئنگ 737 جاتا ہے چونکہ آپ کے پاس کوئٹہ روٹ میں اتنی رش ہے سات سات دن آپ کو سیٹیں نہیں ملتی۔ لیکن P.I.A. کے پاس جہاز نہیں ہیں وہ علیحدہ مسئلہ ہے لیکن کوئٹہ کو نشانہ بنانا صریحاً امتیازی سلوک ہے زیادتی اور تشدد ہے۔ شکریہ۔

حافظ حسین احمد : محترمہ ! میں چوہدری امیر حسین کی تک بندی کا قائل رہا ہوں اور انہیں میں داد دیتا ہوں لیکن کوئٹہ ائر پورٹ کی پیشانی پہ لکھا ہوا ہے کوئٹہ انٹرنیشنل، اور

وہاں پہ میرے خیال میں 707 ' ائر بس سب کچھ اترتے ہیں اور وہاں سے آتے ہیں۔ پچھلے سال بھی ہم نے اس مسئلے کو یہاں اٹھایا تھا شاید ریکارڈ پہ ہو لیکن اس وقت وزیر موصوف نے ہمیں بتایا تھا کہ جی بالکل یہ فسزیبل ہے تین مرتبہ چیک کرائی ہے لیکن ہمارے پاس جہاز نہیں ہیں۔ اور یہ ریکارڈ پہ موجود ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ آج تو آپ بالکل کچھ اور کہہ رہے ہیں۔ تو اس سے اگر ہم تحریک استحقاق پیش کریں تو کر سکتے ہیں۔ لیکن ہم یہ کہیں گے کہ وہ ہمیں یہ یقین دہانی کرائیں کہ باضابطہ طور پر وہ .P.I.A کو ہدایت جاری کریں۔ اگر کچھ اختیارات ہیں انہیں ' ورنہ جو ہمارے وزیر دفاع صاحب ہیں وہ کیوں نہیں تشریف لائے ہیں تاکہ ہمیں صحیح صورتحال کا پتہ چل سکے ' یہ تک بندی نہیں چل سکتی جس طرح انہوں نے کہہ دیا۔ اور میں یہ چیلنج کرتا ہوں کہ وہ کوئٹہ انٹرنیشنل ہے اس پہ جمبو جیٹ بھی اتر سکتا ہے۔ اس پہ 707 بھی اتر سکتا ہے۔ آپ خود صبح و شام سفر کرتے ہیں۔ شکریہ۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : جناب چوہدری امیر حسین صاحب !

چوہدری امیر حسین : محترمہ ! حافظ حسین احمد صاحب ! ماشاءاللہ جوان کے جی میں آتا ہے وہ کہہ دیتے ہیں۔ یہ اگر کوئی جہاز بھی available نہ ہو تو یہ بھی فزیبلٹی میں آتا ہے۔ اور محض انٹرنیشنل لکھنے سے یہ نہیں ہوتا کہ وہاں جمبو جیٹ وہاں اتر سکتا ہے۔ اور وہ تو یہ بھی کہتے ہیں کہ ایڈجرنمنٹ موشن کو کمیٹی کے سپرد کر دیں۔ اور وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ فزیبلٹی ایک وزیر کی حیثیت سے کہہ رہا ہوں اور یہ کہتے ہیں کہ تحریک استحقاق move کر دیں۔ جناب ! گزارش یہ ہے کہ میں نے جو گزارش کی ہے کہ حکومت یہ چاہتی ہے اور اس سے زیادہ ہماری اپنی پارٹی کے آدمی فصیح اقبال صاحب ہیں دوسرے ساتھی ہمارے لالیکا صاحب ہیں اور ہمارے کیبنٹ کے ساتھی ممبر بھی ہیں انہوں نے یہ معاملہ ٹیک اپ کیا ہے اور ہماری یہ کوشش ہے کہ 1993ء میں وہاں سے شروع کی جائیں Provided it is feasible جیسا کہ فزیبلٹی آ چکی ہے۔ تو اگر فزیبلٹی آ چکی ہے تو پھر کوئی رکاوٹ نہیں ہو گی۔ اس لئے ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ وہاں سے فلائٹس شروع کی جائیں۔ اور ہمارے بھائیوں کو کوئٹہ سے کراچی یا اسلام آباد آنے میں تکلیف ہوتی ہے تو ہمیں ان کا احساس ہے لیکن اگر فزیبلٹی اگر تیار ہے جہاز موجود

ہے اور تمام باتیں، صرف انٹرنیشنل لکھنے سے نہیں ہوتیں۔ یہ ہے ناں کہ جمبو جیٹ وہاں نہیں اتر سکتا اور بوئنگ اور ائیر بس کا حافظ صاحب نے کہا تو وہ ایک لوڈ ہوتا ہے کہ وہاں کتنے پینجر جائیں گے۔ انٹرنیشنل فلائٹس، کتنا خاص ہے۔ فیول کہاں سے لینا ہے راستے میں کدھر ہے۔ بہت سی چیزیں دیکھنی ہوتی ہیں۔ میں کوئی ٹیکنیکل آدمی نہیں ہوں اور نہ ہی محترم بھائی حافظ صاحب ٹیکنیکل آدمی ہیں۔ بہرحال گورنمنٹ کی یہ کوشش ہے اور ہماری پارٹی کے لوگ بھی کہہ رہے ہیں اور ہم بھی کہتے ہیں کہ وہاں سے چلائی جائیں۔ صرف یہ ہے کہ اس سال نہیں چل سکتی۔ اگلے سال فنریبلٹی دیکھیں گے اور کوشش کریں گے کہ وہاں سے 1993ء سے فلائٹس شروع کی جائیں۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : شکریہ۔ جناب ظریف خان مندوخیل صاحب !

شیخ ظریف خان مندوخیل : محترمہ ! انہوں نے جو کام نہیں کرنا ہوتا ہے۔ اس کے لئے فنریبلٹی کا کہتے ہیں۔ یہ اگر صوبہ فنریبل نہیں تو اس کو الگ صوبہ کیوں بنایا گیا اور اس وقت جو حاجیوں کا معاملہ ہے اس کو فنریبلٹی میں لاتے ہیں۔ ابھی بھی عام طور پر ائیر بس آتی ہے بڑے بڑے جہاز آتے ہیں ان میں راشن اور پینجر ہوتے ہیں۔ وہ overload ہوتا ہے۔ کوئی feasibility نہیں ہے۔ امیر حسین صاحب سے گزارش کرتے ہیں feasibility میں ہمیں مزید نہ لٹکائیں۔ انہوں نے جتنا لٹکایا ہے اس کی معافی دی جاسکتی ہے۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : سردار بشیر ترین صاحب on a point of order

سردار بشیر احمد خان ترین : بیگم صاحب ! یہ ایک مذہبی مسئلہ ہے۔ اگر باقی امور پر ہم کسی اور طریقے سے کام لیتے ہیں تو کم از کم اس پر ہمیں سچ بولنا چاہئے۔ ہمیں صاف بتایا گیا ہے کہ کون سی ایسی بات ہے جس کی وجہ سے اس سال یہ پروازیں شروع نہیں ہو سکتیں۔ کیونکہ 88ء سے لے کر جس طرح میں نے پہلے عرض کیا تھا کہ یہ اگلے سال ہو گا۔ اگلے سال سے چلتے ہوئے اب 92ء آ گیا ہے۔ اس کی کیا ضمانت ہے کہ اگلے سال یہ پروازیں شروع ہو جائیں گی۔ اب ایک طرف تو یہ کہا جاتا ہے کہ وہاں رن وے ہے جہاز

ہیں اور پتہ نہیں کیا کیا ہے۔ لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ اگر اس سال بھی نیک نیتی سے کوشش کی جائے تو یہ اس سال بھی ہو سکتا ہے۔ رہی کیمپ کی بات کہ وہاں حاجی کیمپ ہو۔ یہاں پانچ لاکھ مہاجرین کا مہاجر کیمپ بن سکتا ہے۔ تو کیا کچھ ہزار یا سو حاجیوں کا کیمپ نہیں بن سکتا ؟ لہٰذا اس پر نیک نیتی سے کام لیا جائے۔ یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے کہ جو نہیں ہو سکتی۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : شکریہ جی۔ جناب سردار یعقوب ناصر صاحب !
Minister for States and Frontier Region جی۔

سردار یعقوب ناصر: جناب چیئرپرسن Chairperson صاحبہ ! اس سلسلے میں میری بات ہوئی وزیر اعظم صاحب سے بھی اور وزیر مذہبی امور سے بھی۔ چونکہ یہ صوبہ سرحد کا کافی دیرینہ مطالبہ تھا تو اس سال انہوں نے ان کا یہ مطالبہ پورا کر دیا تو بلوچستان کے سلسلے میں، میں نے خود ذاتی طور پر وزیر اعظم صاحب سے یہ درخواست کی تھی اور وزیر مذہبی امور سے بھی، کہ بلوچستان سے چونکہ بہت سے حاجی جاتے ہیں تو ہمیں انشاء اللہ ایسی کوئی دقت نہیں ہو گی۔ اگر یہ سہولت ہمیں بھی دے دی جائے۔ مگر اس میں صوبائی حکومت کو بھی شامل کرنا پڑے گا جیسا کہ معزز رکن نے کہا کہ کوئی سکول انہوں نے دے دیا یا کوئی اور سلسلہ۔ تو اس سال کے لئے اس میں کافی رکاوٹیں تھیں۔ تو اگلے سال کے لئے وعدہ کیا گیا ہے۔ میں نے منسٹر صاحب کو بتایا بھی ہے۔ اس سلسلے میں میری کافی بحث و تمحیص ہوئی ہے تو اگلے سال انشاء اللہ یہ سہولت بلوچستان کو مل جائے گی۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : یہ قرارداد یہاں پیش کرنی ہے۔

سید فصیح اقبال : جی ہاں ! تاکہ یہ یہاں سے پاس ہو جائے۔

(مداخلت)

چوہدری امیر حسین : ہم نے اسے oppose نہیں کیا۔

سید فصیح اقبال : ٹھیک ہے آپ نے oppose نہیں کیا لیکن آپ نے if possible اور یعقوب ناصر صاحب نے صحیح بات کی کہ اگلے سال شروع کریں گے۔ بات تو یہ کریں کہ شروع کریں گے۔ آپ نے گومگو میں۔ کبھی technical چیزیں کبھی feasibility ۔ تو جناب ! یہ قرارداد پاس کرائی جائے۔

چوہدری امیر حسین : جب یہ oppose ہی نہیں ہوا تو یہ پاس ہی پاس ہے۔

سید فصیح اقبال : (جناب ڈپٹی چیئرمین سے) تو آپ اسے پڑھ دیجئے تاکہ یہ official record میں آجائے۔

Madam Deputy Chairman : The resolution is that this House recommends that Government may make necessary arrangements at the Quetta International Airport for direct Haj Flights if feasible.

اگر if feasible ہو تو زیادہ بہتر رہے گا۔

سید فصیح اقبال : کاٹ دیجئے یہ if feasible کاٹ دیجئے۔ آپ کو میری طرف سے اجازت ہے۔

(The motion was adopted)

Madam Deputy Chairman : The resolution is adopted. Item No. 7 —Motion under rule 194, Syed Faseih Iqbal Sahib.

Syed Faseih Iqbal : I beg to move that the House may discuss the overall performance of the Pakistan Banking Council.

جناب یہ بڑا vast subject ہے۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : ایک سیکنڈ۔ اسے کون deal کر رہا ہے ؟

سید فصیح اقبال : وہ ہمارے پارلیمانی امور ہیں۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : نہیں ! وہ نہیں کر رہے۔

سید فصیح اقبال : اب وہ نہیں کر رہے۔ لیکن میں تو کر رہا ہوں۔ یعنی آپ کمال کرتی ہیں۔ میں اپنی سیٹ پر کھڑا ہوں۔ آپ کہتی ہیں منسٹر۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : آپ کس طرح کریں گے جب متعلقہ وزیر نہیں ہیں۔ آپ کس طرح بحث کریں گے جب کوئی بندہ سننے کے لئے موجود نہیں ہے۔

(مداخلت)

میڈم ڈپٹی چیئرمین : جناب فصیح صاحب ! بات سنیں۔ میں آپ سے بالکل agree ہوں۔ لیکن جب متعلقہ کوئی وزیر نوٹ ہی نہیں لے رہا تو آپ کیا کریں گے۔ کوئی منسٹر نہیں ہے یہاں پر۔ آپ اسے ڈیفر کر دیں۔

سید فصیح اقبال : میری آپ سے ایک گزارش ہے کہ یہ تین مرتبہ آچکا ہے۔ defer کے بارے میں جو حکم ہو گا جو ایوان کی مرضی ہو گی۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : فصیح صاحب ! آپ ویسے ہی بولیں گے۔ اس کا آپ کو فائدہ کیا ہو گا۔

سید فصیح اقبال : میں بول نہیں رہا۔ میں آپ کو صرف یہ بتانا چاہتا ہوں کہ غیر سنجیدہ رویہ حکومت کا۔ آج وزراء کی تعداد دیکھ کر کافی طمانیت ہوئی کہ کافی لوگ آ رہے ہیں لیکن یہ بتایئے کہ جس مقصد سے آج ہم لوگ بیٹھے ہیں پرائیویٹ ممبر ڈے ہفتے میں ایک دن آتا ہے۔ آپ یہ دیکھئے اگلا ہفتہ نہیں آئے گا۔ اس کے بعد رمضان کا مہینہ ہے۔ تو میں عرض کروں کہ آپ ڈائریکشن دے سکتی ہیں کہ یہاں پر جب بھی کوئی ایسا مسئلہ 'متعلقہ وزیر کے بارے میں آتا ہے۔ چلیں ! ان کا تو واقعہ ہو گیا ہم لوگوں نے دیکھ لیا۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : میں جناب پارلیمانی امور کے وزیر کو کہہ چکی ہوں کہ پرائم منسٹر صاحب کو یہ میسج پہنچا دیا جائے ایوان کی طرف سے کہ جب بھی کوئی اہم مسئلہ ہوتا ہے تو جو متعلقہ وزیر ہوتا ہے وہ اکثر و بیشتر غیر حاضر ہوتا ہے۔ اور ہر چیز کو آپ ہی ڈیل کر رہے ہوتے ہیں تو یہ بھی بڑی زیادتی ہے۔ شکریہ جناب۔ آیٹم نمبر 8۔ ڈاکٹر محمد ریحان صاحب ! پہلے آپ بھی ذرا سوچیں کہ کنسرن منسٹر ہیں ؟ ہاں جی۔ ڈاکٹر ریحان صاحب !

ڈاکٹر محمد ریحان : پوائنٹ آف آرڈر۔

(مداخلت)

میڈم ڈپٹی چیئرمین : (سید فصیح اقبال سے) آپ کا ڈیفر کر دیا۔ نیکسٹ پرائیویٹ ممبر ڈے پر کر دیا۔

سید فصیح اقبال : اب پھر وہی مسئلہ آئے گا۔ اب نیکسٹ ڈے کر دیں۔ آپ کو کچھ تو اختیارات تمام ضوابط کے تحت ہیں۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : نیکسٹ پرائیویٹ ممبرز ڈے پر فصیح صاحب۔ جناب ڈاکٹر ریحان صاحب۔

ڈاکٹر محمد ریحان : میرا ایک پوائنٹ آف آرڈر ہے۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : جناب ڈاکٹر ریحان صاحب آن پوائنٹ آف آرڈر۔

ڈاکٹر محمد ریحان : فصیح اقبال صاحب نے کہا ہے کہ ہفتے میں پرائیویٹ ممبرز کا ایک دن آتا ہے۔ تو جناب ....

میڈم ڈپٹی چیئرمین : آپ کا موجود ہے آپ پیش کریں۔

ڈاکٹر محمد ریحان : میں عرض کرتا ہوں۔ آپ سنیئے ذرا آپ کی مہربانی ہو گی۔ آج ہم اپنے ملک میں پرائیویٹائزیشن کے دور سے گزر رہے ہیں۔ اور ہر طرف چرچا ہے کہ پرائیویٹائزیشن سے اس ملک کا بھلا ہو گا۔ اور بڑی خوشحالی آئے گی۔ ترقی آئے گی۔ ہم بھی دعا گو ہیں کہ خدا ایسا کرے۔ تو کیا بہتر نہیں ہو گا کہ سینٹ کو بھی پرائیویٹائزیشن کے عمل میں شامل کیا جائے۔ اور ایک دن کی بجائے تین چار دن پرائیویٹ کر دیئے جائیں۔

<u>Resolution Re: the political equity in FATA</u>

میڈم ڈپٹی چیئرمین : آپ اپنا موشن پیش کریں۔

ڈاکٹر محمد ریحان : بہرحال یہ بھی ایک تجویز تھی۔ آپ کی بڑی مہربانی آپ نے مجھے موقع دیا۔ جناب ! یہ جو میں عرض کرنا چاہوں گا۔ وہ ہے پولیٹیکل ایکیٹویٹی ان فاٹا۔ جناب بچپن سے سنتے رہتے تھے کہ یہ علاقہ غیر۔ تو سمجھ نہیں آتا تھا کہ یہ غیر کیا چیز ہے۔ غیر کا مطلب تو عام طور پر یہ لیا جاتا ہے کہ جیسے کوئی چیز قاعدے کے مطابق نہ ہو کسی قانون کے مطابق نہ ہو اخلاق کے مطابق نہ ہو تہذیب کے مطابق نہ ہو۔ کوئی جنگل جیسی جگہ ہو گی تو جوں جوں عمر بڑھتی گئی اور آہستہ آہستہ ہم نے دیکھنا شروع کیا تو کچھ عجیب مناظر سامنے آئے کہ جی یہ غیر علاقہ کون سا ہوتا ہے۔ تو غیر علاقہ کیا تھا۔ ایک ہی علاقے میں جہاں پر لوگ ایک ہی زبان بولتے ہیں ان کا ایک کلچر ہوتا ہے ان کا ایک جیسا لباس ہوتا ہے۔ ایک جیسا اٹھنا بیٹھنا ہوتا ہے۔ ہجرے ہوتے ہیں مسجدیں ہوتی ہیں ان کے درمیان لکیریں کھینچی گئی ہیں اور ان سڑکوں پر جگہ جگہ زنجیریں لگی ہوئی ہیں۔ زنجیر تو محترمہ ہم سمجھتے

ہیں کہ یا تو خونخوار جانوروں کو لوگ ڈالتے ہیں یا قیدیوں کو تاکہ خطرناک قیدی بھاگ نہ جائیں۔ ہم نے کبھی میرے خیال سے آپ اتفاق کریں گی کہ یہ عجیب بات لگتی ہے کہ ایک بڑا علاقہ جہاں لوگ بستے ہیں اچھے بڑے شریف لوگ' با اخلاق لوگ اور ان کے ارد گرد زنجیریں لگائی ہیں۔ اور وہاں پر آدمی جب جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ آپ آگے اس طرف نہیں جاسکتے۔ یہ علاقہ غیر شروع ہوتا ہے۔ اب وہاں پر کیا ہے۔ میں آپ کو یہ بھی عرض کروں۔ لوگ کون سے رہتے ہیں۔ جناب یہ قبائلی۔ قبائل قبیلے کی جمع ہے۔ اب میں یہاں پر عرض کروں گا کہ یہ جہاں پر ہمارے ساتھ اپنے ممبران اسی معزز ایوان کے اراکین میں سے۔ آپ سمجھتی اور جانتی ہیں کہ پٹھانوں میں یوسف زئی قبیلہ ایک نامور قبیلہ ہے اور عام طور پر ہم پشتو میں جب کہتے ہیں کہ (............ پشتو) کون سی ہے تو ہم یوسف زئی (............ پشتو) کو ہم ایک اسٹیبلشں (پشتو............) سمجھتے ہیں۔ اس ایوان میں جناب عبدالقیوم خان صاحب بھی یوسف زئی ہیں وہ ایجنسی میں رہتے ہیں جسے فاٹا کہتے ہیں۔ ہمارے محترم لیڈر آف دی ہاؤس محمد علی خان صاحب بھی یوسف زئی ہیں۔ اپنے عبدالخالق خان صاحب بھی یوسف زئی ہیں۔ شہزاد گل باچہ بھی یوسف زئی ہیں تو عجیب بات ہے جناب ایک قبیلے کے اندر ایک ہی زبان بولنے والے ایک تاریخ رکھنے والے ایک قومیت رکھنے والے لوگ ان کے درمیان انگریزی سامراج نے لکیریں کھینچیں اور بھائی کو بھائی سے الگ کر دیا تھا۔ اس سلسلے میں عرض کروں کہ میرے محترم دوست عبدالواحد خان بیٹھے ہوئے ہیں وہ مہمند ایجنسی میں رہتے ہیں اس سے تعلق رکھتے ہیں ایجنسی کے اندر ہیں ان پر ایجنسی کے قوانین لاگو ہیں۔ میرا اور ارباب نور محمد خان صاحب کا ہمارا تعلق بھی مہمند قبیلے سے ہے۔ ہم پشاور کے پاس باڑے کے دریا کے پاس جس کو باڑہ ہمیں لوگ عموماً باڑے والے کہتے ہیں اور عرف عام میں خلیل مہمند کہتے ہیں۔ خلیل جس کا ارباب جہانگیر خان سے تعلق ہے جو مہمندوں کا بڑا بھائی ہوتا تھا۔ اب آپ اندازہ کریں اس طرح اور بھی اس طرح ہوں گے تو یہ بھائیوں کے درمیان جو لکیریں کھینچی گئی ہیں اور انگریزوں نے ایک مصلحت کے تحت .... اس میں ان کے ایڈ منسٹریٹو مقاصد تھے تو انہوں نے بھائیوں کو بھائیوں سے الگ کر دیا اور آج تک عجیب سا نظر آتا ہے۔

(مداخلت)

میڈم ڈپٹی چیئرمین : ریحان صاحب ! آپ جاری رکھیں۔

ڈاکٹر محمد ریحان : جناب والا ! اتفاق سے مجھے 1977ء میں الیکشن میں پی این اے نے اپنا امیدوار کھڑا کیا تھا۔ میں کھڑا نہیں ہوا تھا مجھے کھڑا کیا گیا تھا۔ اس میں بھی فرق ہوتا ہے جناب ! کیونکہ اکثر اپنے طور پر کھڑے ہوتے ہیں۔ مجھے پارٹی سے حکم ملا کہ تم امیدوار ہو اور میں نے بسروچشم اور بصد احترام ان کا حکم قبول کیا تو جب انتخابی مہم پر نکلے تو وہاں پر اس حلقہ انتخاب میں تقریباً چوبیس ہزار ووٹ درج تھے جو کہ لوگ درہ آدم خیل ایجنسی میں رہتے تھے لیکن ان کے ووٹ سیٹلڈ ایریا میں درج تھے تو مجھے بڑا عجیب جیسا لگا۔ میں پھر ان کے پاس گیا میں نے کہا بھائی آپ یہ بتائیں کہ آپ نے ووٹ یہاں کیوں درج کرایا ؟ انہوں نے کہا ہمارے ووٹ نہیں ہوتے۔ میں نے کہا آپ تو انسان ہیں ہم سے زیادہ بہتر سمجھدار لوگ ہیں اچھے لوگ ہیں آپ پڑھے لکھے لوگ ہیں آپ کا ووٹ نہیں۔ کہنے لگے نہیں جی ! قبائلی علاقے میں ووٹ نہیں ہوتے تو اس لئے ہم نے ووٹ یہاں درج کیا ہے۔ جناب والا! میں سمجھتا ہوں پاکستان کے آئین میں یہ شق موجود ہے میرے محترم دوست جو وکیل ہیں وہ مجھ سے زیادہ بہتر جانتے ہیں کہ ووٹ ہر بالغ کا ہو گا نابالغ کا نہیں ہو گا اور اس کا نہیں ہو گا جس کا دماغی توازن درست نہ ہو تو آپ اندازہ کریں کہ کتنے افسوس کی بات ہے کہ اس زمانے میں آئین کی موجودگی میں پاکستان میں ایک ایسا علاقہ موجود ہے میرا خیال ہے اس کی 40' 50 لاکھ آبادی ہو گی تو کیا 40' 50 لاکھ سب نابالغ لوگ ہیں جن کو ووٹ کا حق نہیں دیا گیا ہے یا خدانخواستہ ان سب کا دماغی توازن ٹھیک نہیں ہے کہ ان کو ووٹ کا حق نہیں دیا گیا ہے۔ یہ بڑی عجیب سی بات نظر آتی ہے اور وہ یہاں پر وہ قانون کو پاس کر لیتے ہیں لیکن ان کے اپنے علاقے میں وہ نافذ نہیں ہوتے۔ وہاں پر ایڈمنسٹریٹو طریقہ کار یہ ہے کہ وہاں پر جو ایک پولیٹیکل ایجنٹ ہوتا ہے اوپر کمشنر ہوتا ہے اس کے پاس اتنے اختیارات ہوتے ہیں کہ میرے خیال میں صرف اللہ کے پاس زیادہ اختیارات ہوں گے اس کے بعد ان کا آرڈر کورٹ میں چیلنج نہیں ہو سکتا تحصیلدار کی مرضی ہے پولیٹیکل کی کہ وہ جس کو چاہے حوالات میں ڈالے اور اگر اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت اس پر ہوئی اور اس نے اس کو آزاد کرایا لیکن میرے خیال میں ابھی تو حافظ صاحب اس کی بات کر رہے تھے کہ ڈیڈ باڈی تین مہینے پڑی رہی تھی ان کو حافظ صاحب کو شاید علم ہو گا کہ وہاں پر

تولوگ کئی کئی سال زندہ لوگ جو ہیں حوالاتوں میں پڑے رہتے ہیں کسی عدالت کو اختیار نہیں ہے کہ اس میں وہ مداخلت کرے وہاں پر یہ بتایا جاتا ہے کہ یہ لوگ سیاسی سرگرمیوں میں حصہ نہیں لیں گے جناب میں کہتا ہوں Man is a political animal or a social animal, Society and politics they are connected.

اگر ایک انسان کو یہ حق نہیں دیا جاتا کہ جو کچھ وہ دیکھتا ہے اس پر وہ اپنا اظہار رائے نہ کرے وہ اپنی پسند کی پارٹی میں شامل نہ ہو تو میں جناب یہ سمجھتا ہوں کہ Depoliticising for some persons means dehumanising them تو یہ بڑی افسوسناک بات ہے۔ جناب والا ! اور بھی باتیں ہیں لیکن شاید ہو سکتا ہے کہ میرے علاوہ بھی اور کوئی صاحبان اس پر اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوں۔ آپ کا بہت شکریہ۔

<u>میڈم ڈپٹی چیئرمین</u> : شکریہ۔ حاجی ملک فرید اللہ خان !

<u>حاجی ملک فرید اللہ خان</u> : شکریہ چیئرمین صاحبہ ! ڈاکٹر صاحب کے ہم مشکور ہیں کہ انہوں نے جو قرارداد پیش کی ہے سیاسی سرگرمیوں کی۔ لیکن بعض چیزوں سے ہمیں اختلاف ہے کہ انہوں نے جو تشریح قبائلیوں کی کی ہے اور قبیلوں کی کی ہے فرق صرف اتنا ہے کہ قبائلی علاقہ پاکستان کا وہ حصہ ہے جس پر کبھی کسی بھی حکمران نے حکومت نہیں کی یہ مغلوں کے وقت میں بھی آزاد تھا' یہ لودھیوں کے وقت میں بھی آزاد تھا' یہ سکھوں کے وقت میں بھی آزاد تھا اور یہ انگریزوں کے وقت میں بھی آزاد تھا۔ یہی فرق تھا کہ ان کو قبائل کہا گیا اور صوبہ سرحد کے جو لوگ یا سکھوں کی حکومت کے زیر تھے یا انگریزوں کی حکومت کے زیر تھے۔ ان میں یہ لکیر کھینچی گئی کہ وہ علاقہ غیر ہے وہ علاقے جو انگریزوں کی حکومت کو تسلیم نہیں کرتے تھے جنہوں نے اپنی آزادی کے لئے بہت بڑی قربانی دی ہے اور یہی فرق یہی اس کی تعریف ہے کہ وہ قبائل رہے اور نیچے جو تھے وہ سیٹلڈ ایریا کے قبائل تھے۔ اس میں شک نہیں ہے کہ ایک ہی قبیلہ ہے لیکن ایک قبیلے کے کچھ سب سیکشنز نے اپنی آزادی کو برقرار رکھا اور کچھ سب سیکشن ایسے تھے کہ جیسے انہوں نے مثال دی ہے کہ مہمند قبیلہ یا خلیل اور داوزئی یہ ایک قبیلہ ہے لیکن حلیم زئی اور ترک زئی نے اپنی آزادی کو برقرار رکھا۔ انہوں نے انگریزی حکومت کو تسلیم نہیں کیا لیکن نیچے خلیل اور داود زئی جو تھے وہ

سکھوں کے یا انگریزوں کی حکومت کے زیر نگر تھے۔

جہاں تک ووٹ قانون اور سیاسی سرگرمیوں کا تعلق ہے تو گزشتہ بار جب ڈاکٹر صاحب نے یہی مسئلہ اٹھایا تھا تو میں نے ان کی خدمت میں یہ گزارش کی تھی کہ جب پاکستان بنا تو جناب آپ کو یاد ہو گا کہ وہاں ریفرنڈم ہوا کہ آپ پاکستان میں رہنا چاہتے ہیں یا ہندوستان کے ساتھ تو اس وقت قائداعظم نے قبائلیوں کے ساتھ ایک معاہدہ کیا اور قبائلیوں نے پاکستان میں شمولیت کے لئے سوفیصد ووٹ دیا لیکن اس معاہدے میں یہ واضح کیا گیا تھا کہ ہمارے اندرونی معاملات میں مداخلت نہیں کی جائے گی اور اس معاہدے کے تحت جو جرگہ سسٹم وہاں پر رائج تھا اسی کو تسلیم کیا گیا۔ اسی جرگہ سسٹم میں یہ بات واضح تھی کہ قبائلیوں کے جو جرگے مشاران ملکاں ہیں یہ ان کی رائے ہو گی اور ان لوگوں نے پاکستان میں شمولیت کے لئے ووٹ دیا۔ چالیس لاکھ قبائلیوں نے نہیں بلکہ صرف ساڑھے آٹھ ہزار۔ ان قبائلی جرگوں نے پاکستان کے حق میں ووٹ دیا۔ اس ساڑھے آٹھ ہزار ووٹ کو چالیس لاکھ تسلیم کیا گیا کیونکہ یہ قبائلی جرگے کا فیصلہ تھا۔ تو جناب والا! اگر کوئی الیکشن کے طریقہ کار میں کوئی مثبت طریقہ نکلتا ہے تو ہم اس کو خوش آمدید کہیں گے کہ ہر ایک آدمی کو ووٹ کا حق دیا جائے اس پر ہم یہ نہیں کہیں گے کہ ہر ایک آدمی کو ووٹ کے حق سے محروم کیا جائے لیکن اس کے لئے ایک طریقہ کار کی ضرورت ہے جو مشکل بھی ہے لیکن ہم اس کی حمایت کرتے ہیں۔ اب وقت ایسا نہیں ہے کہ فوراً حکومت کہے کہ جی ایک آدمی ایک ووٹ کیوں کہ میں آپ کی توجہ اس حقیقت کی جانب دلانا چاہتا ہوں کہ جب 1947ء میں پاکستان بنا تو فاٹا اور بلوچستان کی آبادی برابر تھی پھر اس کے بعد 1971ء کی مردم شماری میں یہ آبادی کم ہوتی گئی۔ اس کے بعد 71ء سنسنز میں یہ آبادی کم ہوتی گئی یہ 26 لاکھ ہوئی۔ 81ء میں یہ 22 لاکھ ہوئی اور 91ء کا ابھی فیصلہ نہیں ہوا۔ یعنی ہر دس سالوں کے بعد ہماری آبادی میں پانچ لاکھ نفوس کی کمی ہوتی گئی۔ اب تک قبائلی علاقے میں مردم شماری ہوئی ہی نہیں۔ جب آپ تسلیم کریں گے کہ مردم شماری نہیں ہوئی تو ووٹ رجسٹریشن کا جو طریقہ کار ہے وہ کافی مشکل اور پیچیدہ مسئلہ ہے۔ لیکن اصولی طور پر ہم اس کی حمایت کرتے ہیں اگر ہر ایک آدمی کو ووٹ کا حق دیا جائے۔ یہ قانون کی بات کرتے ہیں۔ قانون وہاں رائج ہے ایف سی آر اور اس میں اگر کوئی پیچیدگیاں ہیں تو ہم نے کہا ہے کہ پولیٹکل

ایجنٹ کے فیصلے کو چیلنج کیا جانا چاہئے۔ اس کو ایف سی آر میں جو اختیارات ملے ہیں یعنی رائٹ آف اپیل کا حق قبائلیوں کو دیا جائے اور اس کے اوپر سینٹ میں ہم نے خود قرارداد موو کی تھی۔ آج بھی ہم اس کی حمایت کرتے ہیں کہ ایف سی آر میں جو پولیٹیکل ایجنٹ کے اختیارات ہیں کیونکہ اس کے خلاف اپیل نہیں ہوتی تو حق اپیل دیا جائے۔ باقی ڈاکٹر صاحب نے سیاسی سرگرمیوں کی بات کی نہیں ہے۔ ہم ان کو ویلکم کرتے ہیں اور کوئی پابندی نہیں ہونی چاہئے۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : شکریہ۔ قاضی حسین احمد صاحب آن پوائنٹ آف آرڈر۔

قاضی حسین احمد : میں ڈاکٹر ریحان صاحب کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے ایک قرارداد کے ذریعے ایک اہم مسئلے کو اس ایوان کے سامنے پیش کیا ہے۔ اس کے لئے دستور پاکستان میں بھی کچھ تبدیلی کی ضرورت پڑے گی کیونکہ قبائلی علاقوں کو مکمل طور پر پریذیڈنٹ کی ڈسکریشن پر دے دیا گیا ہے کہ وہ جس طریقے سے وہاں چاہیں ایک نظام قائم کر سکتے ہیں اور ہمارے سٹیلڈ ایریا میں جو قوانین ہیں اور جو بنیادی حقوق ہیں وہ اس طریقے سے لاگو نہیں ہیں جس طریقے سے ہونے چاہئیں۔ حقیقت یہ ہے کہ موجودہ زمانے میں اور اس دور میں بنیادی انسانی حقوق کا بہت تذکرہ ہے اور بہت چرچا ہے اور اس زمانے میں ایک ایسے علاقے کا جس کو بظاہر تو آزاد قبائل کا علاقہ کہا جاتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس میں آزادی نام کی کوئی چیز ان کو مہیا نہیں ہے۔ جس جرگے کا ذکر کرتے ہیں اور جن بڑے بڑے ملکوں اور قبائل کو جو وہاں کی پریویلیج کلاس ہے ان کے تمام پریویلجز کی وجہ صرف یہی ہے جو پولیٹیکل ایجنٹ مقرر کیا جاتا ہے اس پولیٹیکل ایجنٹ کی خوشامد کرتے ہیں۔ اس کے دفتر کے سامنے بیٹھے رہتے ہیں اور تمام جتنے یہ لوگ ہیں ان کے حقوق سے دستبردار ہونے کا ذریعہ بنتے ہیں۔ اس کے لئے خود قبائلی عوام جو عام قبائلی آدمی ہے وہ اس نظام کو تبدیل کرنا چاہتا ہے۔ وہ اس کو اپنی آزادی نہیں سمجھتا۔ اس کا خیال ہے کہ اس کو دور غلامی میں رکھا گیا ہے۔ اس کو آزادی کے نام سے جکڑا گیا ہے۔ ابھی ایک دو مہینے کی بات ہے۔ چیئرپرسن صاحبہ لنڈی کوتل کے عوام نے یہ تقاضا کیا میں وہاں جا کر ان کے جلسے کو ایڈریس کروں۔ جب جلسے کا اعلان کیا گیا تو صوبہ سرحد کے

گورنر نے بھی مجھے ٹیلی فون کیا۔ وہاں کی انتظامیہ نے بھی میرے اوپر دباؤ ڈالنے کی کوشش کی خوشامد بھی کی اور مختلف طریقے بھی اختیار کئے کہ میں وہاں نہ جاؤں۔ میں نے کہا کیا ہو جائے گا۔ ہم سارے ملک میں جاتے ان کو ایجوکیٹ کرتے ہیں ان کو ملک کے سیاسی مسائل کے بارے میں بتاتے ہیں۔ ان کو بین الاقوامی صورت حال کے بارے میں بتاتے ہیں۔ یہ عوام کا ملک ہے عوام نے اس کا فیصلہ کرنا ہے۔ یہ سیاسی جلسے ان کو تعلیم دینے ان کی سیاسی تربیت کا ذریعہ ہے تو آپ قبائلی علاقوں کو کیوں اس سے محروم رکھتے ہیں۔ میں نے لنڈی کوتل میں جلسہ کیا۔ جلسہ بہت پرامن بھی رہا۔ میں سمجھتا ہوں وہاں کے قبائلی عوام اور سٹیلڈ ایریا میں کوئی کم شعور نہیں۔ وہ باشعور لوگ ہیں تعلیم بھی وہاں پہنچی ہوئی ہے۔ اگر یہ سکول یا کالج کی تعلیم نہیں دی تھی تب بھی کامن سنس کے لحاظ سے ایک قبائلی کی جان مال آبرو کا تحفظ اس کی اپنی ذمہ داری ہے۔ کوئی دوسری حکومت وہاں نہیں ہوتی جو اس کی جان و مال عزت و آبرو کی حفاظت کرے۔ اس لئے وہ زیادہ ہوشیار ہو جاتا ہے۔ اس کی brought up ایسے ہوتی ہے وہ چاروں طرف سے ماحول پر نظر رکھتا ہے اور تمام چیزوں کے بارے میں خبردار رہتا ہے۔ اس لئے وہ زیادہ باشعور لوگ ہیں۔ وہاں بہت پرامن طریقے پر جلسہ ہوا۔ اس کے بعد صدر صاحب سے میری اس پر بات ہوئی اور صدر صاحب نے اس بارے میں خود یہ رائے دی۔ میں بھی یہ سمجھتا ہوں کہ وہاں پر کچھ تبدیلیوں کی ضرورت ہے لیکن اس کے لئے آپ لوگ آپس میں مشورہ کریں کس تدریج کے ساتھ اور کن مراحل میں آپ پولیٹیکل سرگرمیوں کو قبائلی علاقوں میں لے جانا چاہتے ہیں اور ان لوگوں کو وہ بنیادی حقوق دینا چاہتے ہیں جو ان کے لئے اس دور کی ضرورت ہے۔ جو میرے بھائی ملک فرید اللہ خان صاحب نے فرمایا اس لحاظ سے ہم قبائل کا احترام کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنی آزادی کو انگریز کے مقابلے میں محفوظ رکھا ہے۔ انہوں نے وہاں فارن دشمنوں کو نہیں آنے دیا۔ انہوں نے اس کو روکا انہوں نے مزاحمت کی۔ اس پر ہم ان کو سلام پیش کرتے ہیں اور ہم سمجھتے ہیں کہ انہوں نے جو غیرت اور حمیت کا شعور دیا ہے وہ تمام مسلمانوں کے لئے قابل فخر ہے اور میں تو سمجھتا ہوں کہ 1947ء تک خود ملک فرید اللہ کا قبیلہ لڑتا رہا۔ فقیر کے انگریز کے سامنے ہتھیار نہیں ڈالے۔ جب تک پاکستان نہیں بنا آخر وقت تک وہ لڑتے رہے لیکن پاکستان بننے کے بعد قائداعظم نے وہاں

سے تمام افواج کو بلالیا اور کہا کہ اب وہاں پر ہمیں فوجیوں کو رکھنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ ایک نیا دور شروع ہوا ہے۔ اس نئے دور کا تقاضا یہ تھا کہ وہاں پر وہ adult franchise بھی رائج ہو جاتا ان کو حقوق بھی ملتے جو ایف سی آر کا قانون ہے اور وہاں پر پولیٹیکل ایجنٹ کو مالک و ملک بنا دیا جاتا ہے اور اس کو ہر طرح کے اختیارات دے دیئے جاتے ہیں۔ وہ پولیٹیکل ایجنٹ سٹیلڈ ایریا میں ہوتا ہے تو وہ بیچارہ اگر اسلام آباد میں ہوتا تو ایک ڈپٹی سیکرٹری کے طور پر ایک بے نام و نشان آدمی ہو گا وہ وہاں پولیٹیکل ایجنٹ بن کر ہمارے تمام ایم این ایز اور سینٹرز اس کے سامنے لرزتے ہیں اور اس کا باقاعدہ دربار لگتا ہے۔ تو میری یہ گزارش ہے کہ صدر صاحب میری پرائیویٹ میٹنگ تھی لیکن انہوں نے خود یہ تجویز دی ہے اس کو settle کرنے کے لئے میں نہیں کہتا میں نہیں کہتا وہاں کوئی دوسرا مسئلہ پیدا ہو جائے ان کے جو حقوق ہیں ان کی جو مراعات ہیں ان کو قائم رکھتے ہوئے یا ان کے عام آدمی کے جو حقوق چھینے ہوئے ہیں ان کے عام آدمی کو حق دینے کے لئے وہاں پر adult franchise کو رائج کر دیا جائے۔ ۔ میں اس قرارداد کی اس لحاظ سے حمایت کرتا ہوں اور میں یہ تجویز پیش کرتا ہوں کہ ایک کمیٹی بن جائے وہ سینٹ میں سے چند افراد پر مشتمل ہو۔ قومی اسمبلی کے لوگوں سے بھی بات کی جائے اس طرح کی پارلیمنٹری کمیٹی بنا دی جائے اور حکومت کو اس ایوان کی طرف سے تجویز بھیجی جائے adult franchise ان کا عام مطالبہ ہے اس میں ہر آدمی شریک ہے۔ ہمارے ساتھی یہاں پر موجود ہیں اور میں خود اس کا گواہ ہوں اور میرے اپنے مشاہدے میں ہے۔ چند لوگ ہوتے ہیں۔ سو دو سو ہزار دو ہزار ذرا باجوڑ میں زیادہ ہیں ان کے ذرا زیادہ ووٹر ہیں۔ باقاعدہ ان کے درمیان طے ہوتا ہے کہ کتنے پیسوں کا ایک ووٹ ہو گا۔ یہ امیدوار اور اس کے درمیان طے ہو جاتا ہے۔ پھر قرآن کریم پر قسم اٹھا کر وہاں پر دو ہزار تین ہزار پانچ ہزار دس ہزار پر ایک ووٹ فروخت ہوتا ہے۔ کوئی اس سے انکار نہیں کر سکتا۔ یہ سارے بیٹھے ہوئے ہیں اس لئے یہ لوگ جب اس طریقے سے آتے ہیں تو اس طریقے سے آ کر یہ ان کی نمائندگی کا حق ادا نہیں کر سکتے۔ وہاں قبائل کی طرف سے جتنے بھی ایم این ایز ہیں۔ کوئی بھی حکومت ہوتی ہے وہ اس حکومت کے پاس اپنی مراعات کے لئے جاتے ہیں۔ قبائلی عوام کی یہاں پر آواز نہیں ہے۔ یہ ان کے منہ پر بات ہے یہ ملک

فرید اللہ خان نے ایک ابتداء کی ہے۔ انہوں نے ذرا کھل کر بات کرنا شروع کی ہے۔ مجھے تو قبائلی ملکوں سے ' ان کے قومی اسمبلی کے ممبروں میں اور یہاں کے ممبروں سے کوئی ذاتی پرخاش نہیں لیکن جس طریقے سے ان کے قبائل کے مسائل ہیں 'تعلیم نہیں ہے ' دیگر سہولتوں سے یہ محروم ہیں ' وہاں جو مختلف قسم کے مسائل ہیں ان کے حل کے لئے یہاں کوئی آواز نہیں ہے۔ یہ آواز اسی وقت پیدا ہو سکتی ہے کہ adult franchise سے یہاں ان کے نمائندے آئیں۔ اس طریقے سے جو نمائندے یہاں آئیں گے ان میں واقعی صلاحیت ہو گی۔ یہ واقعی اپنی قوم کے مالک ہوں گے ' اپنی قوم کے سردار ہوں گے اور اپنی قوم کے درمیان محبوبیت رکھتے ہوں گے۔ اگر یہ چیزیں ان میں ہوں گی تو یہ الیکٹ ہو کر بھی آ جائیں گے۔ یہ کوئی جرگہ کی خلاف ورزی بھی نہیں ہے۔ اگر واقعی پر کسی کو کوئی حیثیت حاصل ہے تو وہ اس طریقے سے بھی انشاء اللہ الیکٹ ہو کر آئے گا۔ ان الفاظ کے ساتھ میں اس قرارداد کی حمایت کرتا ہوں۔

میڈم چیئرمین : اخونزدہ بہرہ ور سعید صاحب !

اخونزادہ بہرہ ور سعید : ڈاکٹر ریحان صاحب نے ' میں سمجھتا ہوں کہ بہت اہم مسئلے کی طرف اس ایوان کی توجہ دلائی ہے۔ وہ اس لئے کہ فرید اللہ خان صاحب نے فرمایا کہ قبائل کی موجودہ سیاسی پوزیشن ہے۔ یہ پاکستان بننے کے بعد سے پیدا نہیں ہوئی ہے بلکہ یہ اس سے قبل کی طرز پر چلی آ رہی ہے۔ مجھے اتنا علم نہیں ہے کہ سکھوں کے دور حکومت میں آیا وہ قبائلیوں کا کچھ کر سکے تھے یا نہیں یا پھر مغلوں نے کوئی مداخلت کی تھی یا نہیں۔ لیکن جہاں تک میں تاریخ سے واقف ہوں اس کے مطابق مغلوں نے یا سکھوں نے یہاں پر کوئی مداخلت نہیں کی۔ تاہم جب انگریز آیا تو اس نے ایک قوم کو پختون قوم کو ' میرا نظریہ یہ ہے کہ پختون قوم کو ' چار حصوں میں administratively تقسیم کیا۔ پاکستان کے کسی اور صوبے کی قوم کو جن کی سب چیزیں مشترک ہوں 'تقسیم نہیں کیا۔ پختونوں کی سب چیزیں ایک تھیں ' قبائل کی زبان پشتو ' میں دیر کا رہنے والا ہوں لیکن میری زبان پشتو ' میرا اور ان کا رواج ایک ہے ' لباس ایک ہے ' خوراک ایک ہے ' طرز تمدن طرز معاشرت ایک ' پھر کیا فرق ہے ' ایسے کیوں ہوا...... ؟ جناب والا ' ان کو انگریز نے چار حصوں میں اس لئے تقسیم کیا کہ قبائل جن کی آبادی اس وقت 80 لاکھ کے قریب تھی۔ اس کی سٹیٹ

تھیں۔ فرنیٹر اسٹیٹ، جس میں دیر، سوات، چترال اور امب کی ریاستیں شامل تھیں۔ ان میں ہر ایک کا حکمران ایک نواب ہوا کرتا تھا۔ تیسری چیز ایجنسیز آئیں۔ اس کو چھ سات ایجنسیز میں تقسیم کر دیا گیا اور اس کا چوتھا حصہ سٹیلڈ ایریا کہلایا۔ ایڈ منسٹریٹیولی ایک قبیلہ کو ایک قوم کو، جس کی ہر چیز ایک ہے، ان کو چار ٹکڑوں میں تقسیم کیا گیا، یہ اس لئے کیا کہ یہ قوم اکٹھی نہ ہو سکے۔ یہ چیز انگریز کے مفاد میں نہیں تھی۔ یہ قوم جو جنگجو قوم ہے، جو قائداعظم کے الفاظ میں پاکستان کے بازو شمشیرزن ہیں، وہ اکٹھے نہ ہو سکیں۔ ان کی یہ سوچ تھی کہ ان کو اس طرح سے نہ الجھاؤ، اس طرح سے ان کو الجھائے رکھو تاکہ وہ کسی اور طرف متوجہ نہ ہوں اور اپنے ہی مسائل میں پھنسے رہیں۔

جناب والا، ہم اس موجودہ آئین کو لے لیتے ہیں، موجودہ آئین میں آرٹیکل 246 اور 247 .... میرے ایک دوست نے کہا کہ آپ سٹیلڈ ایریا سے تعلق رکھتے ہیں، یہ شاید ریحان صاحب نے کہا تھا۔ میں عرض کرتا ہوں کہ میں سٹیلڈ کا اتنا ہوں کہ میرے ضلع کو بمعہ تین چار ضلعوں کے، Tribal Area کہتے ہیں۔ یہ ٹرایبلز ایریا تو ہے لیکن یہ پاٹا ہے، پروانشلی ایڈمنسٹریولی ایریا اور یہ دوسرا فاٹا ہے، فیڈرلی ایڈمنسٹریٹو ایریا۔ اس میں فرق اتنا ہے کہ اس پر حکمرانی صدر کی بذریعہ گورنر سرحد ہوتی ہے اور اس پر حکمرانی صوبائی حکومت کی ہوتی ہے جو کہ بذریعہ ڈسٹرکٹ ایڈمنسٹریشن کے ہوتی ہے۔ میرے ضلع میں بھی جو پاکستان کا قانون لاگو ہوتا ہے، اس میں بھی گورنر سے یا صدر سے سینکشن لینی پڑتی ہے اور قبائلی علاقے میں بھی یہی پوزیشن ہے۔ اب ڈاکٹر ریحان صاحب نے اس مسئلہ political activities کے لحاظ سے بات کی ہے، اس سے وہ آگے نہیں گئے۔ یعنی political activity میں بہت ساری چیزیں آ جاتی ہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ قبائل جو میرے دوست ہیں اور ان دوستوں میں فریداللہ صاحب نے یہ کیسے بات کی ہے، میں حیران ہوں، ان کے والد صاحب تو تحریک پاکستان میں بنوں مسلم لیگ کے سیکرٹری تھے، انھوں نے یہ سب کچھ قبول کیا ہوا تھا۔ انھوں نے سب سے آگے بڑھ کر پاکستان کو وہاں تک لے جانے کی کوشش کی ہے۔ اب یہ کس طرح کہتے ہیں کہ Achison کی ایک treaty ہے، پتہ نہیں یہ Achison کمبخت کہاں سے آیا تھا،

کون سی treaty ہوئی تھی۔ قائداعظم کی treaty یاد نہیں آئیں کہ اس میں' اس اس طرح سے ہو گا' اگر ایسی بات تھی' اس کے بعد بھی جب یہ زمانہ آگے بڑھتا جاتا ہے' تو اس میں تبدیلیاں آئی ہیں اور یہ تبدیلی لانا ضروری ہے۔ اب جناب 247 آرٹیکل میں

میڈم ڈپٹی چیئرمین : No cross talk please.

اخونزدہ بہرہ ور سعید : آرٹیکل 247 میں صرف قبائلی علاقہ ہے جس میں یہ distinction کی گئی ہے کہ پاکستان کے سارے علاقے پر یہ آئین لاگو ہو' اس میں سب کو بنیادی حقوق حاصل ہوں لیکن قبائلی علاقے جن کو فاٹا کہتے ہیں' اس میں ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ کی جو jurisdiction نہیں ہو گی۔

مجھے یاد ہے کہ بہت بڑا famous case تھا' شاید یہ کوئٹہ کا تھا' شاید یحییٰ بختیار صاحب نے لاہور میں کیا تھا' اس وقت ون یونٹ تھا اور اس میں انہوں نے ثابت کیا تھا' establish کیا تھا' اس وقت ہائی کورٹ نے یہ رولنگ دی تھی کہ ہاں founda- mental rights کے مطابق پاکستان میں ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ کو اختیارات حاصل ہیں اور اسی طرح 1975ء میں سپریم کورٹ میں یہ فیصلہ ہوا ہے اور یہ کیس بڑا مشہور کیس تھا۔ یہ چوہدری ظہور الٰہی صاحب کا کیس تھا۔ ان پر بھٹو صاحب کے دور میں بھینسوں کا دعویٰ کیا گیا اور پکڑ کر بلوچستان بھیجا گیا اور وہاں سے یہ کیس سپریم کورٹ میں اور سپریم کورٹ نے hold کیا کہ پاکستان کا کوئی بھی کونہ ہے وہاں پر بنیادی حقوق معطل نہیں کئے جا سکتے اور جہاں معطل نہیں کئے جا سکتے وہاں سپریم کورٹ کے اختیارات لاگو ہوتے ہیں۔

اب جناب ! ایک recent فیصلہ اور آیا ہے' اس میں بدبختی سے میں بھی وکیل تھا کوئی اور بھی وکیل تھا' اس وقت کورٹ کی کچھ روایات تھوڑی سی change ہو گئی ہیں۔ اس آئین کے آرٹیکل 246 میں ہے کہ صدر کو یہ اختیار حاصل ہے' اس میں کوئی اس میں کسی ترمیم کی ضرورت نہیں ہے۔ جب وہ چاہئے اس قبائلی علاقے کا کوئی بھی علاقہ سیٹلڈ علاقے میں شامل کر سکتا ہے۔ صرف ایک شرط ہے کہ وہ اپنے طریقہ کار سے اپنی صوابدید سے' جو طریقہ بھی وہ مناسب سمجھے' اس کے تحت وہ قبائل کے متعلقہ علاقہ سے رائے حاصل کرے اور پھر اس کو سیٹلڈ علاقے میں ضم کر دے۔ اب یہ سوال بڑا

اہم ہے کہ قبائل کے میرے دوست ' جو میرے ساتھ بیٹھے ہوئے ہیں جو بڑے غصے میں ہیں ' مجھے آہستہ آہستہ باز کرتے بھی رہتے ہیں ' لیکن میں کیا کروں ' میں بھی تو ایک قبائل ہوں ' جناب ! یہ یہاں آ کر ' بیٹھ کر تو قانون پاس کرتے ہیں ' قومی اسمبلی میں بیٹھ کر میرے لئے قانون پاس کرتے ہیں اور وہاں وہی قانون اپنے لئے نہیں مانتے ہیں۔ یہ کیا بات ہے۔ ہمارے لئے پاس تو کرتے ہیں ' یہاں پاس کرنے میں شامل ہیں لیکن جب اسے لاگو کرنے کا وقت آتا ہے تو کہتے ہیں کہ ہمارے اوپر یہ لاگو نہیں ہو گا۔

ایک فرنٹیر کرا مز ریگولیشن 1801 ہے ' اس میں revision ہے لیکن review نہیں ہے ' جس میں اپیل نہیں ہے ' جس میں پولیٹیکل ایجنٹ بالکل کرتا دھرتا ہے ' وہ جو کچھ بھی کرنا چاہتا ہے اس کا فیصلہ آخری ہے کیونکہ جناب ! آپ سو فیصلوں کو اٹھا کر دیکھ لیں ان سب میں کمشنر نے یہی کیا ہو گا کہ The judgement of the Supreme Court is correct, therefore, it is rejected. صرف دو لے کر کا فیصلہ ہو گا۔ اب آپ بتایئے کہ عوام کے حقوق حکومت کا کہاں تک حفاظت کر سکی ہے۔ فرید اللہ خان صاحب کہتے ہیں کہ ان کو revision کے اختیارات دے دیئے جائیں۔ میں کہتا ہوں کہ revision کے تو ہیں بلکہ اپیل کے اختیارات آپ نہیں دے رہے ہیں۔ آپ سپریم کورٹ کے اختیارات کیوں extend نہیں کرتے۔ کم از کم آپ اتنا تو کریں کہ یہ قبائلی علاقے سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ کی jurisdiction میں دے دیں تاکہ پولیٹیکل ایجنٹ جو ان پر مظالم کرتے ہیں جو میرے ان دوستوں سے اگر یہاں پوچھا جائے تو یہ بھی کہیں گے کہ پولیٹیکل ایجنٹ جو کچھ کرتے ہیں وہ انسانیت سوز طرز عمل ان قبائلیوں کے ساتھ کرتے ہیں۔ یہ قبائل نہیں وہ بھی قبائل ہیں جو روٹی کے لئے تڑپتے ہیں ' بھوکے مرتے ہیں ' جن کو کھانے کو نہیں ملتا۔ ان کی حالت کو دیکھو کیا اس پرچی کا حق حاصل نہیں ہے ؟ اور اس پرچی کے لئے ہم اتنا اور جھوٹا زور لگاتے ہیں کہ جمہوریت ہے جمہوریت ہے جھوٹ بولتے ہیں۔ اور اس پرچی کے لئے سب پاکستانی کو حق ہے مگر اس قوم کو محروم کیوں رکھتے ہیں کیا وجہ ہے ؟ کیا فرق ہے اس میں ؟ ہم سے زیادہ طاقتور نہیں ہیں۔ تعداد میں کم ہے ' وہ اس کی کوئی خواہشات نہیں ہیں۔

آئین میں سب کچھ دیا ہے۔ کیا وجہ ہے کہ ان کو اس پرچی اور سیاسی سرگرمیوں

کی اجازت نہیں دی جاتی ؟ کیا سرگرمی ہو گی ؟ تنظیم بنائیں گے۔ اگر وہ تنظیم بنائیں گے تو ان پہ پھر یہ ملک صاحب اپنی جابرانہ حکومت نہیں کریں گے اور نہ ہی پولیٹکل ایجنٹ ناخدا ہو گا۔ پھر وہ اس ایجنسی کا مالک نہیں بنے گا بلکہ وہ اس قانون کے ماتحت چلے گا۔ اور نہ ہی اس کی بات آخری ہو گی۔ تو اس لئے جناب ملک کے چاروں گورنروں سے آپ دیکھئے کہ سب سے زیادہ با اختیار اور powerful گورنر صوبہ سرحد کے ہیں۔ اس واسطے کہ وہ فیڈرل گورنمنٹ کا FATA کا نمائندہ اور گورنر ہے جس کا براہ راست صدر سے تعلق ہے اور وہ جو چاہیئے وہی کرتا ہے۔ کوئی اسے پوچھنے والا نہیں ہے اس لئے یہ distinction اتنی بڑی ہے اس معاشرے میں جب ہم چلاتے ہیں بنیادی حقوق کے لئے' عورتوں اور بچوں کے حقوق کے لئے' تو ان میں عورتیں' بچے' بالغ اور نابالغ بھی ہیں' بیمار بھی ہیں ان کو کیوں وہ حقوق نہیں دیئے جاتے۔ اس میں آئین میں کوئی ترمیم کی ضرورت نہیں ہے۔ اس میں صدر کا فیصلہ ہے اور صدر صاحب ایسا فیصلہ کیوں نہیں کرتے ؟ کس چیز کو انہوں نے روکا ہے صدر صاحب کو ؟ ایک آرڈر سے آرڈیننس تو کر سکتے ہیں لیکن کیا وہ اتنا نہیں کر سکتے کہ ہاں فلاں علاقہ اس کو آزاد کیا جائے۔ اگر ہزارے کے پاس ایک علاقہ مدغم کر دیا گیا تو کیا بجلی وہاں گر گئی۔ جناب ! اب ہم ایک ہیں خدا کے واسطے میں ان کے لئے نہیں کہتا لیکن پختون قوم کو مزید ٹکڑوں میں نہ بانٹئے اور نہ رکھئے یہ تو پختون قوم کے ساتھ سازش ہے۔ ان کو ٹکڑے ٹکڑے میں رکھنا ہر قوم سمجھتی ہے کہ یہ ان کے فائدے میں ہے لیکن ہم یہ نہیں چاہتے۔ اور اس سازش کے خلاف آج نہیں تو کل' کل نہیں تو پرسوں اس کے خلاف اٹھیں گے۔ اس واسطے میں یہ گزارش کروں گا کہ سیاسی سرگرمیوں کی اجازت دی جائے۔ گورنر اسی طرح سے گورنر ہو جس طرح سے پنجاب کا ہے' جو بلوچستان اور سندھ کا گورنر ہے۔ اس واسطے صدر کو چاہیئے کہ ان کے پاس جو اختیارات ہیں ان کو استعمال کرے۔ آئین نے ان کو اس واسطے نہیں دیئے کہ وہ دیکھ کر خوش ہوں ان کو پڑھے اور پھر استعمال کرے۔ جناب ! اس کا استعمال کرنا ضروری ہے۔ وہ قوم اور پاکستان کے حق میں ہے۔ جناب ! ہمیں ایک ہونے دو۔ بزنس میں' پشاور میں بڑے بڑے مکانات میں شریک ہیں اور بڑے بڑے جائیداد ان کے پاس ہیں بزنس میں' کالجوں میں' سکولوں میں اور سب جگہوں میں وہ آ گئے ہیں۔ صرف

ایک قانون میں نہیں آ سکتے۔ کیا بات ہے ؟ لہذا یہ تفرقہ خدارا ! ختم کیجئے اور اس پختون قوم پہ رحم کیجئے اور ہمیں ایک ہونے دیجئے۔ خدارا ! ہمیں ٹکڑوں میں مت رکھئے یہ بے انصافی ہے۔ شکریہ۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : جناب یحییٰ بختیار صاحب آن پوائنٹ آف آرڈر۔

Point of order, Madam the Minister for Law has come, I have the Bill and now he wants day or two days time, I have no objection but it will give me a Private Members Day therefore, you may kindly note it down that the rules be relaxed and it should be taken up.

Madam Deputy Chairman : O. K.

Chaudhry Abdul Ghafoor : Madam, this is very important constitutional matter and I have also to consult with the Prime Minister.

Right, you have asked for two days. Next Syed Abdullah Shah, do you want to say something on it.

Syed Abdullah Shah : Thank you Madam Chairman, I associate myself with the views expressed by honourable Senators that political rights must be given to the brethern living in FATA areas. These areas are part of Pakistan and our Constitution says that laws will be same for everybody living in Pakistan. Only this morning there was a debate that there are discriminatory laws for women but now we find that we have also discriminatory laws for even men in this country and it has been very well observed that when the honourable members who come from these areas they frame laws for other Pakistanis but we can not frame laws for them. So, this is an anomaly and I think Mr. Behrawar Saeed has rightly pointed out that if the President has got the power—he can bring about the necessary change but let me remind Mr. Behrawar Saeed that President himself is a Pakhtoon, so he should be more particular about the rights of the Pakhtoon. Thank you very much.

Madam Deputy Chairman : Thank you. Janab Muhammad Ibrahim Sahib.

محترمہ : اس موضوع پہ میں اپنی تقریر میں پہلے ہی بہت کچھ بول چکا ہوں صدارتی خطاب پر بحث کے دوران بہر حال مجھے افسوس اس بات پر ہوتا ہے کہ پریس نے میڈیا نے میری ان باتوں کو یکسر نظر انداز کیا ہے اور ایک لفظ تک ریڈیو، ٹی وی پہ

نہیں آیا اس سلسلے میں کہ قبائل اور ہمارے صوبے کے عوام پر کیا گزر رہی ہے۔ میں نے یہ کہا تھا کہ وہ بالغ رائے دہی سے محروم ہیں۔ ہم اور لوگوں کے لئے تو حق خود ارادیت چاہتے ہیں۔ مگر وہ لوگ جو اپنی قسمت ہمارے ساتھ وابستہ کر چکے ہیں ان کو کس وقت تک ہم محروم رکھ رہے ہیں۔ ہم ان کو کسی وقت تک محروم رکھیں گے۔ 45 سال گزر گئے ہیں۔ اور ابھی تک ہم نے ان کو بنیادی حق نہیں دیا۔ جناب محترمہ ! میں ایک عرض کرتا ہوں کہ adult & franchise choice بالغ رائے دہی کی ضرورت اس واسطے بھی ہے کہ یہ محدود الیکٹورل کالج کی بہت بڑی خرابیاں ہیں۔ میرے مشاہدے میں وہ باتیں آتی ہیں۔ میرے شمال کو اورکزئی، مغرب کو کرم ایجنسی، جنوب کو وزیرستان ایجنسی ہے۔ قدم قدم پہ میں دیکھتا ہوں وہ محدود الیکٹورل 'کالج مثلاً ایک ایجنسی جس کا میں نام نہیں لینا چاہتا وہاں صرف چودہ سو ممبر ہیں اور تین لاکھ کی آبادی ہے اور یہ قومی اسمبلی کے الیکشن سے چھ مہینے پہلے ایک امیدوار نے بارہ ہزار روپے فی ووٹ کے حساب سے لوگوں کے لئے اعلان کر دیا کہ جو میری حمائت میں ووٹ ڈالے گا بارہ ہزار روپے فی ووٹ دے گا۔ وہ اسی لاکھ روپے خرچ کر کے فیل ہوا۔ آپ اندازہ لگائیں کہ اس حال میں اتنے اخراجات پر کون متوسط طبقے کا آدمی یا کون غریب آدمی الیکشن کے لئے کمر باندھ سکتا ہے۔ یہ بہت بڑی خرابی ہے اور ہماری نمائندہ اسمبلیوں کے لئے بہت مشکل درپیش آ رہی ہے۔ صرف وہی لوگ ہی اسمبلی میں آئیں گے جو اتنی بڑی دولت کی توفیق اور استطاعت رکھتے ہیں۔ اور جو خادم قوم اور واقعی قوم کی فلاح و بہبود چاہتے ہیں۔ جو سمجھتے ہیں کہ وہ خدمت کر سکتے ہیں ان لوگوں کو تو توفیق ہی نہیں ہو سکتی کہ وہ الیکشن لڑیں۔ یہ تو میں نے ایک ناکام امیدوار کی بات کی ہے کہ اسی لاکھ روپے خرچ کر کے وہ فیل ہوا اور کامیاب آدمی کی بات نہیں کرتا۔ وقت کا تقاضا یہ ہے کہ ہم اپنی قوم کو ساتھ لے لیں اور ان کی تربیت پر وقت صرف کریں۔ 45 سال بہت تاخیر ہو چکی ہے اور میں نے یہ عرض کیا تھا کہ خود یہ علاقے احساس محرومی کی شکایت کریں گے اور ایک فتنہ برپا ہو گا۔ ان باتوں کی طرف میں نہیں جاتا کہ پولیٹکل ایجنٹ کیا کرتا ہے اور یہ پابندی اور یہ پھاٹکیں کیا ہیں۔ میں ایک حقیر سی مثال دیتا

ہوں کہ کیا کسی کو یہ معلوم نہیں کہ درہ آدم خیل میں اسلحہ بنتا ہے۔ اور ہماری گورنمنٹ کی جب پالیسی ہے کہ یہ نج کاری ہو اور پرائیویٹ سیکٹر میں یہ کارخانے جائیں تو کیا ہمارے آفریدیوں کے پاس اسلحہ سازی اور ہنر و کسب کے کارخانے نہیں ہیں۔ کیوں ان کی حوصلہ افزائی نہیں ہوتی کہ وہ حلال کی روزی کمائیں۔ ان پہ اتنی قدغنیں اور پابندیاں کیوں ہیں؟ کہ جگہ جگہ پھاٹکیں ہیں اور ان کی تلاشیاں لی جاتی ہیں اس کا تو مطلب یہ ہے کہ کسب کی حوصلہ افزائی نہیں ہو وہی اسلحہ جاتا ہے اگر سمگلروں کے ہاتھ سے اور مک مکا کے ذریعہ سے وہی بکتا ہے وہ لوگ کام کرتے ہیں مگر کون کماتے ہیں؟ جو سمگلر ہیں وہ کماتے ہیں جو مک مکا والے ہیں چیک پوسٹوں پہ کھڑے وہ کماتے ہیں میرا مطلب ہے کہ ان لوگوں کی جیب میں وہ پیسہ جانا چاہئے جو کسب گر ہیں ہنرمند ہیں، جو غریب ہیں۔ تو میں یہی عرض کرتا ہوں کہ اس روز، آج بھی اس ایوان میں اس اگست ہاؤس میں بہت بحث اس بات پر ہوئی ہے۔ مگر مجھے یقین ہے کہ ہمارا پریس پھر بھی اسے کوئی اہمیت نہیں دے گا۔ ایک لفظ بھی پریس میں نہیں آئے گا۔ مجھے خوشی ہو گی اگر پریس میں ہماری شکایات مشکلات اور ہماری قابل غور باتیں پریس میں لائی جائیں۔ اور انہیں ٹھیک مقام دیں۔ ٹی وی اسے اپنا مقام دے اور ریڈیو بھی اسے اپنا مقام دے تاکہ لوگوں کی تربیت ہو اور وہ واقعی یہ سمجھیں کہ ان کے نمائندے کچھ کر رہے ہیں۔ تو میں اپنے بھائی کی اس موشن پر ان کی تائید کرتا ہوں۔ زیادہ وقت آپ کا نہیں لوں گا۔ شکریہ۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : جناب فرید اللہ خان۔ آپ تشریف رکھیں۔ جناب یحییٰ بختیار صاحب!

Mr. Yahya Bakhtiar : Madam, I just want to associate myself with this resolution. We had similar problems in Baluchistan. I have the honour to state that for 40 years I have been fighting against the Frontier Crimes Regulation on three occasions. It was struck down by the High Court, it was struck down first in 1957 as a black law, a law against the human rights, against human dignity.

(Interruption)

Mr. Yahya Bakhtiar : I have done all those cases and I am coming

to that, and again because of Martial Law this FCR was revived. Again I went to the court in 1964 and again it was struck down. The point is that the honourable member from the Tribal Area was praising FCR—now we are getting the appeal in these they said that is the law

نہ وکیل ہے نہ دلیل ہے نہ اپیل ہے

This was the FCR. called. نہ وکیل ہے نہ دلیل ہے نہ اپیل ہے

Now he is trying to get appeal., but there is no daleel, no wakeel. Madam, luckily from Baluchistan we got a jurisdiction of the High Court and the Supreme Court restored in our Tribal Areas, and the people are happy about it. The ordinary can approach the court and get justice. I tell Malik Sahib that Malik Sahib in your area people will bless you and thank you if you allow the jurisdiction of the High Court and the Supreme Court to be extended there and if you give the right of vote to every man and woman they will all be happy. This is the basic human right and I will request him that he should not give people the impression that being a Malik he wants to have his right protected. Thank you very much.

میڈم ڈپٹی چیئرمین : جناب فرید اللہ خان صاحب !

جناب فرید اللہ خان : میڈم چیئرمین ! آپ کا شکریہ دو چیزوں پر۔ ایک اس پر احتجاج کرتا ہوں کہ یہ لوگ آزاد نہیں غلام ہیں۔ لیکن ہم فخریہ کہتے ہیں کہ ہم پاکستان کا وہ حصہ ہیں کہ آج تک اپنی آزادی برقرار رکھے ہوئے ہیں۔ دوسری میری گزارش یہ ہے کہ یہاں پر ووٹوں کی باتیں ہوئیں کہ پیسوں سے خریدے گئے۔ میں ذمہ داری کے ساتھ کہتا ہوں کہ یہاں پر تو ممبر نیشنل اسمبلی اور پراونشل اسمبلی بک گئے جس کی وجہ سے اسمبلیاں ٹوٹ گئیں۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ خرابی پورے سسٹم میں ہے۔ اسے آپ صرف یہاں تک محدود نہ کریں کہ فاٹا میں صرف الیکشن کے دوران پیسے خرچ ہوتے ہیں۔ پنجاب میں بھی ہوتے ہیں صوبہ سرحد میں بھی ہوتے ہیں۔ آپ مجھے بتائیں کہ کون سا ممبر ہے جو غریب ہے اور نیشنل اسمبلی میں بیٹھا ہے۔ اور یہ تو ریکارڈ پر ہے کہ یہاں پر قومی اسمبلی ٹوٹ گئی۔ حکومتیں ڈیزالو ہوئیں۔ یہ ہارس ٹریڈنگ کی اصطلاح اسی پارلیمنٹ سے اٹھی ہے لہٰذا ریکارڈ کو درست فرمایا جائے۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : شکریہ۔ جناب سردار یعقوب ناصر۔ منسٹر فار فرنٹیر سٹیٹ۔

سردار یعقوب ناصر : شکریہ جناب چیئرمین صاحبہ ! میں جناب ڈاکٹر ریحان صاحب اور تمام ممبران کے خیالات کی بڑی قدر کرتا ہوں اور شکریہ ادا کرتا ہوں۔ میں اس موشن پر زیادہ وقت نہیں لوں گا۔ کیونکہ یہ بالکل سیدھی سادھی بات ہے کہ پولیٹیکل ایکٹویٹی فاٹامیں اور ہے

میڈم ڈپٹی چیئرمین No cross talk, please. گل شیر صاحب !

سردار یعقوب ناصر : سر ! میرے خیال میں کوئی شخص بھی انکار نہیں کر سکتا کہ جمہوریت جمہوری ادوار اور بالغ رائے دہی مسئلہ جہاں تک بس چلے اور حکومت کی یہ کوشش ہے وہ قبائلی علاقوں میں بالغ رائے دہی کے لئے راہ ہموار کر رہے ہیں مگر کچھ حالات میں علاقہ میں مشکلات کی وجہ سے اس مسئلہ پر اس لئے یہ چیز extend نہیں ہو رہی۔ کچھ تو آئین کے آرٹیکل 245 کی تحت یہ اختیار صدر صاحب کو ہے کہ وہ پولیٹیکل ایکٹویٹیز کو قبائلی علاقوں میں جب بھی چاہیں اور حالات کہ مطابق وہ extend کر دیں۔ اور یہ مسئلہ ہر دفعہ ہماری منسٹری میں اور ہائی لیول پر زیر غور آیا ہے۔ اسی سلسلہ میں پرائم منسٹر نے ایک ہائی پاور کمیٹی بنائی ہے کہ جو فاٹا کے معاشی سیاسی معاشرتی جتنی بھی پالیسیاں ہیں ان کو دیکھ کر اور وہاں کے حالات اور وہاں کے لوگوں کے مطابق سفارشات پیش کرے اور صدر صاحب کو یہ سفارشات' انشاءاللہ کوشش یہ ہے کہ بہت جلد یہ کمیٹی اپنی سفارشات پیش کرے گی اور ہم نہیں چاہتے کہ قبائلی علاقوں کے ملک کو دوسرے حصوں سے الگ تھلگ رکھیں۔ مگر ہمارے حالات کچھ ایسے ہیں کہ قدرتی طور پر کچھ وہاں کے حالات ملک کے دوسرے علاقوں اور عوام سے مختلف ہیں۔ وہاں تعلیم کی بڑی کمی ہے۔ ہماری کوشش ہے کہ وہاں تعلیم بڑھائی جائے اور اس وقت بھی جو مسئلہ اٹھایا گیاہے فاٹا کے جو تعلیم یافتہ لوگ ہیں۔ اور انہوں نے اس چیز پر خاص طور پر زور دیا ہے اور وہاں کے جو قبائل ہیں اس چیز سے ابھی تک باخبر ہیں۔ جمہوریت سے اور وہاں کے جو ملک ہیں وہاں کہ جو عوام ہیں بالغ رائے دہی کو وہ ایک مشکل کام سمجھتے ہیں اپنے ایریا میں۔ مگر ہماری کوشش ہے کہ وہاں پر جمہوریت لاگو ہو اور وہاں

بالغ رائے دہی ہو۔ اس سلسلے میں حکومت غور کررہی ہے۔ جیسے میں نے کہا کہ یہ ہائی پاور کمیٹی اس پر کئی میٹنگیں ہو چکی ہیں۔ اور مزید میٹنگیں ہوں گی۔ اور صدر صاحب کو اس کی سفارشات پیش کریں گے۔ قاضی حسین صاحب نے ایک تجویز پیش کی ہے کہ فاٹا کے جو سینٹ کے ممبران ہیں یا فاٹا سے جو نیشنل اسمبلی کے ممبران ہیں میں اس حق میں ہوں کہ اس سلسلے میں ان کی ایک کمیٹی بنا دیں اور وہ بھی اس پر غور کریں۔ اور اپنے لئے جو بھی مناسب نظام چاہئیں اور جیسے بھی چاہئیں اس پر میٹنگز کریں اور تمام پالیسیوں کو زیر غور لائیں تاکہ ہم صدر صاحب کو پرائم منسٹر کو یہ پیش کریں اور اس مسئلے کو ہم ہمیشہ کے لئے حل کر سکیں۔ شکریہ

The motion under rule 194 talked out.

میڈم ڈپٹی چیئرمین : شکریہ۔

جناب یحییٰ بختیار صاحب : آن اے پوائنٹ آف آرڈر۔

Mr. Yahya Bakhtiar : Madam, I want to draw your attention again and I am sorry to say it again and again that the honourable Ministers when the see the Constitution they say all powers belong to the President. It belongs to them unfortunately the Prime Minister and the President only acts as a adumn.

(Interruption)

جناب یحییٰ بختیار : یہ صدر صاحب کو سفارش کریں گے یہ سب آپ کا ہے انہوں نے دستخط کرنے ہیں۔ اس لئے مہربانی کرکے آپ گھبرائیں نہیں۔ یہ دراصل آپ کے اپنے اختیارات ہیں اور اپنی صوابدید ہے۔ ان کا نہیں ہے۔ آپ مہربانی کرکے غور کرکے ان کو یہ حق دیں۔ صدر صاحب کو راضی کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

سردار یعقوب ناصر : یہی میں نے گزارش کی کہ فاٹا کے جو ممبران ہیں اور یہی مسئلہ ہمیشہ درپیش رہتا ہے کہ یہاں پر جو بھی اس قسم کی قرارداد پیش ہوتی ہے وہ فاٹا کے ممبران کی طرف سے نہیں زیادہ فاٹا کے ایریا سے باہر کے ممبران صاحبان اس میں زیادہ دلچسپی لیتے ہیں۔ تو وہاں کے لوگوں کو ایک اچھی

چیز خود پسند کرنی چاہیے۔ اور وہ لوگ خود ایک کمیٹی یعنی ایک چیز کو 'thoumpani' نہیں چاہیے۔ میں اس حق میں ہوں کہ فاٹا کے ممبران۔

(مداخلت)

میڈم ڈپٹی چیئرمین: جناب یحییٰ بختیار صاحب۔

I am still submitting those the honourable Minister said that there is no education, there is very little education. I would not say derogatory words but it is with that man who said I will not enter till I learn swimming. So, please don't say so. They will get education only when you give them light. You bring them in common stream, main stream of a national life.

شکریہ جناب۔ رمضان کی وجہ سے آج اجلاس سوا ایک بجے ملتوی ہو گا۔

Mr. Yahya Bakhtiar : Madam Chairman I request that we should sit tomorrow.

Call attention notice Yes, tomorrow at 10.00 a. m.

CALL ATTENTION NOTICE REGARDING THE ALLEGED HIJACKING OF PIA AIRCRAFT BY THE KABUL ADMINISTRATION

حافظ حسین احمد : محترمہ ! 25 اگست 1989ء کو پی آئی کی فلائٹ نمبر پی کے 404 جو گلگت سے اسلام آباد آتے ہوئے لاپتہ ہوئی تھی اور اس میں عملہ سمیت 54 افراد سوار تھے۔ اس وقت پاکستان پیپلز پارٹی برسر اقتدار تھی اس دور میں کافی کوشش کی گئی کہ اس حادثے کا پتہ چل سکے یا وہ طیارہ جو ہے اس کا ملبہ دریافت ہو سکے۔ کئی بار مختلف ٹیمیں گئی ہیں طیارے گئے ہیں اور ہیلی کاپٹر وغیرہ لیکن کوئی پیش رفت نہیں ہو سکی۔ روزنامہ 27 فروری کو اور روزنامہ پاکستان نے دوسرے دن اداریہ لکھا ہے کہ جو فوکر طیارہ لاپتہ ہوا تھا وہ طیارہ مل چکا ہے اسے اغوا کیا گیا تھا اور کابل میں ایک چھوٹی سی پٹی پر اسے اتارا گیا ہے اور جتنے بھی مسافر اور عملے کے لوگ تھے وہ کابل میں ایک جیل پل

چرخی ہے اس میں قید ہیں اور اس پر روزنامہ پاکستان نے اداریہ لکھا جس میں کہا گیا تھا کہ چونکہ اس ہوائی جہاز کا جو پائلٹ تھا وہ 1983ء میں جو طیارہ اغوا کیا گیا تھا اس طیارے کا پائلٹ بھی اس عملے میں شامل تھا اور کہا جاتا ہے کہ جناب الذوالفقار نے اسے اغوا کیا تھا ہم نہیں سمجھتے کہ اگر ایک سوگوار خاندان ہے جن کی مائیں، بہنیں، بیٹے یا باپ جو ہیں اس حادثے میں جاں بحق ہوئی ہیں اور رو دھو کر انہوں نے صبرو شکر کر لیا ہے ہر ہفتے اور ہر مہینے کے بعد ایک خبر چھپتی ہے کہ جناب وہ فوکر طیارہ مل گیا ہے اور ایک حساس ادارے کے ایک فرد نے اسے تلاش کر لیا ہے اور وہ اغوا کیا گیا تھا اور کابل میں اتارا گیا ہے اور فلاں جیل میں ان کے افراد تھے ہم نہیں سمجھتے محترمہ کہ ایک سوگوار خاندان کو بار بار اس کے غم کو تازہ کیا جاتا ہے اور قومی اخبارات میں یہ بات آتی ہے میں سمجھتا ہوں کہ اس مسئلے پر واضح طور پر بتایا جائے کہ اس طیارہ کا کیا بنا جب کہ ان کے جو لواحقین تھے ان کو معاوضہ بھی ادا کیا گیا ہے اور دو قومی اخبارات میں روزنامہ جنگ میں تین کالمی سرخی ہے لاہور کے 27 فروری کو' اس میں یہ کہا گیا ہے کہ جی فوکر طیارہ مل گیا ہے اور ایک حساس ادارے کے اہم عہدے دار نے جس کے اہل خاندان اس میں سفر کر رہے تھے انہوں نے اپنی سطح پر اسے ڈھونڈنے کی کوشش کی ہے اور سراغ پا لیا ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ حکومت اس بارے میں کیوں خاموش ہے اور ہمیں بتایا جائے کہ لوگوں کو بار بار اس میں مبتلا کیا جاتا ہے کہ جناب آپ کے جو لواحقین ہیں جن کے چہلم بھی ہو چکے ہیں اور رو دھو کر انہوں نے صبر بھی کر لیا ہے جو بیوائیں ہیں انہوں نے عدت پوری کر کے نکاح بھی کر لیا ہے یہ سارے مسائل ہیں ان تمام مسائل کے بارے میں حکومت خاموش ہے اور بار بار اخبارات میں چھپ رہا ہے اور حکومت کی طرف سے اس بارے میں کوئی وضاحت نہیں چھپتی۔ میں گزارش کروں گا کہ اس بارے میں حکومت اپنا نکتہ نظر بیان کرے۔

<u>میڈم ڈپٹی چیئرمین</u> : چوہدری امیر حسین۔

<u>چوہدری امیر حسین</u> : محترمہ چیئرمین صاحبہ ! جیسا کہ آپ سب نے

فرمایا کہ یہ واقعی بڑا اہم معاملہ ہے میں آپ کی اجازت سے جو تمام واقعات ہیں اور جو حکومت کی پالیسی ہے اس وقت تک وہ میرے پاس تحریری طور پر موجود ہیں وہ میں آپ سے پڑھنے کی اجازت چاہوں گا۔

PIA's Foker 27 Aircraft PK-404 got air borne from Gilgit for Islamabad at 0736 hrs. On 26th August, 1989 with passengers 49 and five members of the crew. It was expected to arrive at Islamabad Airport at 0832 hrs. The Aircraft made a position report overhead Bunji at 7.43 hrs. Next position report was due after fourteen minutes overhead Babu Sirpass which was not made. Overdue action was started thirty minutes past the expected time of arrival at Islamabad. The Aircraft had fuel endurance of two hours and thirty minutes plus and was supposed to fly at 18,500 ft. level. On receipt of the information about the missing Aircraft from the Air Traffic Control, Crisis Control Room was activated to coordite to search and rescue operation initiated in coordination with PIA, PAF, Army Aviation, Agha Khan Foundation and Civil Administration of Northern Areas. A total of sixty nine stories were flown in search of missing aircraft by PIA's Fokers, PAF's C-130 and United Nation's aircrafts, the Army Aviation and Agha Khan Foundation's Helicopters. India and Afghanistan DTCAs were contacted by the Pakistan DTCA to organize—search and rescue operation on their sides of borders in case of inadvertent loss of weight. The IAF Aircraft helicopters searched their areas for two days without any success which was telephonically conveyed to us by the Indian Air Attache in Islamabad. Afghanistan also reported having carried out the search on their side without any luck.

Earlier on a news item was published in the daily Jang Rawalpindi and the Muslim Islamabad on 14th and 23rd November, 1989 respectively that the PIA's missing Foker aircraft is in Kabul (Afghanistan) and held by Bogata Tribe. The matter was taken up with the Ministry of Foreign Affairs and intelligence agencies who denied the news item because Bogata Tribe does not exist in Afghanistan. Monterial Headquarters at Canada had also informed that the Afghan Government carried out search of aircraft but no sign of aircraft was found. The news which appeared on 27th Feb, 92 in the daily Jang Lahore and the Pakistan Lahore is not based on facts. PIA's flight highjacked in 1983 was pilotted by Capt. Saeed Khan, Flight Officer Junaid Younis and Flight Engineer Nadir were under his command. PIA's Foker aircraft which was operating PK-404 was under the command of Capt. S.S. Zubair with Capt. Bilgrami and Flight Officer Sohail Iqbal—working under his command. These are the facts which have been supplied to me. Thank you.

Madam Deputy Chairman : The statement is made by the Minister and now the House is adjourned to meet again at 10.00 a. m. on Monday, March the 9th. Thank you.

(The House adjourned to meet again at ten of the clock in the morning on Monday, March 9, 1992).

PCPPI—490(96) Senate—18-2-99—180.